



وَبَالِ عَشَق

رائٹر: سائرہ رمضان



<https://primeurdunovels.com/>



انتساب!

اللہ کبھی بھی اپنے بندوں کو ان کی برداشت سے زیادہ نہیں آزماتا۔ انسان دنیا کی رنگینیوں میں اپنے خالق کو بھول جاتا ہے۔ مگر وہ اپنے بندوں کو نہیں بھولتا۔ وہ ان کی توبہ کا منتظر رہتا ہے، اور پھر کسی کو اس کی توفیق ہوتی ہے اور کسی کو نہیں۔ مگر جن کو ہوتی ہے وہ لاجواب ہو جاتے ہیں اور زوار بھی ان میں سے ایک ہے۔ جس کی کہانی آپ لوگوں کے لیے لکھی گئی ہیں۔ امید کرتے ہیں آپ کو پسند آئے گی۔

(عَبَّءُ غَرَامُ)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ جو ہم لوگ محبت کی زباں بولتے ہیں

ہم نہ بولے تو پرندے بھی کہاں بولتے ہیں

ایک دہلیز سے اٹھے نہیں ہیں۔۔۔۔ ہم لوگ

ایک کوچہ ہے جسے سارا جہاں بولتے ہیں

میں وہ فنکار کہ لفظوں سے بناؤں دنیا

اور جہاں والے اسے کار زیاں بولتے ہیں

صلح اس بات پہ کر لے تو خرابی کیا ہے ؟

دونوں ہمسائے ہیں اور اردو زباں بولتے ہیں

آگ ہوتی ہی وہی ہے جو بجھائے نہ بجھے

جو بجھائے سے بجھے اسکو دھواں بولتے ہیں

بات ہی ایسی بنائی میرا قصہ گو نے۔۔۔۔۔

ورنہ کردار کہانی کے کہاں بولتے ہیں

عشق زنجیر سے دبتا نہیں وبال مچا دیتا ہے

مگر بولنے والے سر نوک سناں بولتے ہیں

شاداب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ میں یہ قدم نہیں اٹھا سکتی۔ اگر میں نے ایسا کیا تو میرے باپ اور بھائی کی پگڑیاں مٹی میں مل جائے گی۔ میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی شاید تمہارے بغیر میں مر جاؤں۔ لیکن اس طرح سے میں اپنا گھر تمہارے لیے نہیں چھوڑ سکتی۔

اگر تمہیں اپنے باپ کی پگڑی اور بھائی کی عزت کا اتنا ہی خیال تھا تو تمہیں مجھ سے محبت بھی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ محبت کرتے وقت کہاں تھی تمہارے باپ کی پگڑی۔ شاداب اسے پیار سے سمجھا سمجھا کر تھک چکا تھا کہ وہ اس کے ساتھ چلے اور نئی زندگی کی شروعات کرے۔ لیکن وہ کسی بھی صورت ماننے کو تیار نہیں تھی۔ کسی بھی لڑکی کے لیے اپنا گھر چھوڑنا آسان نہیں ہوتا محبت پر قائم رہنا ہمیشہ لڑکیوں کے لیے مشکل کیوں ہوتا ہے؟

شاداب کے سخت الفاظ سن کر اس کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے جو کہ اب بہنے کی کشمکش میں تھے۔

خوشخبری رائٹرز متوجہ ہوں

ہر لکھاری کا خواب ہوتا ہے کہ اس کی تحریر کتابی صورت میں بھی شائع ہو اور انکی کتاب بک شیف کی زینت بنے۔ آپ بھی ایک لکھاری ہیں اور اپنی تحریر کو کتابی شکل میں لانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ ہم آپ کی تحریر کو بہت کم ٹائم اور بہت مناسب قیمت میں آپ کی خواہش کے مطابق بہت عمدہ اور معیاری کوالٹی میں کتابی صورت میں شائع کرنے میں آپ کی مدد کریں گے۔ مزید معلومات کے لئے نیچے دئے گئے ایڈریس پر ابھی رابطہ کریں۔

Prime Urdu Novels Publications

Whatsapp : 03335586927

Email : aatish2kx@gmail.com

اب تم مجھے رو کر نہ دکھاؤ ورنہ مجھے تکلیف ہوگی میں نے تم سے سچی محبت کی ہے اور اگر میں اسے ہر صورت نبھانے کے لیے تیار ہوں تو تم کیوں پیچھے ہٹ رہی ہو؟

میں وعدہ کرتا ہوں تم ایک بار مجھ پر بھروسہ کر کے دیکھو ایک بار میرا ہاتھ تھام لو وعدہ کرتا ہوں تمہیں کبھی مایوس نہیں ہونے دوں گا میں محبت میں بہت آگے نکل آیا ہوں

واپس مڑنے کے لیے مجھے مرنا ہو گا تم میری خاطر یہ دہلیز چھوڑ کر دیکھو دنیا کی ہر دہلیز کو تمہارے قدموں میں لا کر رکھ دوں گا۔ شاداب بول رہا تھا اور وہ چپ چاپ نم آنکھوں سے سنے جا رہی تھی اس کے پاس فی الحال کوئی جواب نہیں تھا۔

میں آج تم سے آخری بار بات کرنے آیا ہوں اگر تم واقعی مجھ سے محبت کرتی ہو تو حویلی کے پیچھے والے میدان میں رات 10 بجے تک آ جانا میں تمہارا انتظار کروں گا اور اگر تم نا آئی تو میں سمجھوں گا تم مر چکی ہو اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے یا تو تم اپنی محبت کا ہاتھ تھام کر ایک خوشگوار زندگی کا انتخاب کر لو یا پھر اپنے باپ کے پسند کے لڑکے سے شادی کر کے خود کو برباد کر لو کیونکہ تمہارا پورا خاندان جان چکا ہے کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو ایسے میں کوئی اور مرد تمہیں کبھی محبت نہیں دے سکے گا۔

شاداب نے اپنی بات مکمل کی اور میز سے چابی اور والٹ اٹھاتا ہوا ریسٹورنٹ سے باہر آگیا وہ دونوں ہاتھوں میں سرگرائے شدید پریشانی کے عالم نے تھی اتنا خوف اسے گھر سے بھاگنے کا نہیں تھا جتنا خوف اسے اس چیز کا تھا کہ اگر اس کے باپ اور بھائی نے دونوں کو ڈھونڈ لیا تو ایک سیکنڈ بھی ضائع کیے بغیر وہ ان دونوں کا قتل کر دیں گے اسے اپنی جان کی

○○

خان بابا اگر اس ٹرک میں اتنا ہی قیمتی سامان ہے تو وہ یہاں سے کیوں گزرے گے؟؟ اس جگہ تو کوئی اندھا بھی اپنی گاڑی نہیں روکے گا حارب کو ہر دو منٹ بعد ایک نئی پریشانی آ جاتی تھی۔

خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس) اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUSSION

ہاں کوئی اندھا نہیں روکے گا مگر آنکھوں والا ضرور روک دے گا۔ خان بابا کے پرسکون جواب دینے پر حارب نے مڑ کر اسے دیکھا۔

وہ کیسے؟

کیونکہ ٹرک گزرنے پر تم اس کے آگے جا کر کھڑے ہو جاؤ گے اور ڈرائیور کو بریک لگانی پڑے گی۔ خان بابا نے اسی پرسکون لہجے میں ہی جواب دیا جب کہ حارب کا دل کر رہا تھا کہ وہ اس دن مر کیوں نہیں گیا جب اس نے خان بابا سے دوستی کی تھی۔ خان بابا اور حارب تین اور آدمیوں کے ساتھ سندھ کے راستے میں آنے والے ایک جنگل کے قریب سڑک پر کھڑے تھے سڑک انتہائی سنسان ارد گرد قد آور درخت اور اوپر سے گہرے بالوں کی وجہ سے رات کالی ہو رہی تھی۔

خان بابا ہوش میں تو ہونا اتنی کالی رات میں اگر وہ ڈرائیور مجھے نہ دیکھ سکا تو۔۔۔ اور اگر دیکھ بھی لیا تو اس کی کیا گارنٹی ہے کہ وہ گاڑی روک دے گا اگر وہ مجھے گاڑی کے ساتھ ہی اڑا لے گیا تو؟؟؟؟ خوف کے مارے حارب کے پسینے چھوٹنے لگے تھے کیونکہ اگر خان بابا نے کہا ہے کہ وہ گاڑی کے آگے جا کر کھڑا ہوگا تو مطلب ہوگا۔

اس کی گارنٹی یہ ہے کہ اگر وہ ٹرک یہاں سے نکل گیا تو تم نے ویسے بھی نہیں بچنا اور اب اپنی بکواس بند کرو ورنہ میں ٹرک کے چھوٹنے کا بھی انتظار نہیں کروں گا۔

اب کی بار خان بابا کا لہجہ کچھ زیادہ ہی سخت تھا تو حارب میں بالکل بھی ہمت نہ ہو سکی کہ وہ دوبارہ منہ کھولے۔

تھوڑی دیر بعد کم از کم ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ان کو روشنی اتی دکھائی دی خان بابا کے ساتھ اس کے ادھی بھی الرٹ ہو گئے منصوبہ کے مطابق حارب سڑک کے درمیان جا کر کھڑا ہو گیا ڈر کا مظاہرہ کرنا تو محض ایک شرارت تھی ورنہ ایسے کئی خطروں سے وہ تقریباً روزانہ ہی کھیلتے تھے ٹرک کا ڈرائیور حارب کو دیکھ چکا تھا مگر پھر بھی سپیڈ میں کوئی کمی نہیں آئی تھی وہ اسی تیزی کے ساتھ رواں دواں تھا۔ حارب کے چہرے پر پریشانی کے کوئی اثرات نہیں تھے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ خان بابا کے ہوتے ہوئے ان کو ایک کھروچ بھی نہیں آ سکتی۔

ٹرک کی سپیڈ کا معائنہ کرتے ہوئے خان بابا نے اپنے کندھے پر لٹکی ایک میٹر لمبی بندوق سے ٹرک کے ٹائرز پر گولیوں کی بھرمار کر دی اگلے ہی لمحے ٹرک کے دو ٹائرز چررر کی

اواثر سے ٹرک سے الگ ہو گئے زوردار ٹکر کی وجہ سے ڈرائیور شدید زخمی ہو چکا تھا حارب نے آگے بڑھ کر اسے گریبان سے پکڑ کر باہر نکال لیا۔

تو اندھا ہو کر گاڑی چلاتا ہے کیا تجھے میں نظر نہیں آیا کیا؟ ابھی مجھے رگڑ دیتا اچھی طرح... وہ اسے گھسیٹتے ہوئے خان بابا کے پاس لا رہا تھا۔ صاحب جی پلیز چھوڑ دیں مجھے میں تو ایک معمولی سا ڈرائیور ہوں مجھے چھوڑ دیں میری بیوی بچے ہیں میں تو ان کے خاطر گھر سے نکلتا ہوں۔ ڈرائیور حارب سے منتیں کرنے لگا۔

آگیا خیال اپنی بیوی کا اور میرا نہیں آیا جس کی شادی بھی نہیں ہوئی ابھی۔۔۔۔۔ لوگ کتے کی موت مرتے ہیں اور تو مجھے کنواروں کی موت مارنے چلا تھا۔ ڈرائیور کو تو سمجھ ہی نہ آئی کہ وہ اس سے اپنی جان کی بھیک مانگے یا پہلے اس کے لیے رشتہ ڈھونڈے۔

کیا ہے اس ٹرک میں؟؟!!!!

خان بابا نے ایک دھاڑ سے پوچھا تو ڈرائیور کے رونگھٹے کھڑے ہو گئے۔ خدا قسم صاحب جی مجھے نہیں پتہ اس میں کیا ہے مجھے اس کو پہنچانے کا کام دیا گیا تھا اور میں وہی کرنے چلا تھا

صاحب جی مہربانی آپ مجھے چھوڑ دے۔ ڈرائیور کہتا ہوا اس کے قدموں سے ہی لپٹ گیا وہ ساکن کھڑاٹس سے مس نہ ہوا۔

کتنے پڑھے لکھے ہو؟؟ خان بابا کے پوچھنے پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ صاحب جی میں پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ ان پڑھ ہوں وہ روتے ہوئے بول رہا تھا شاید وہ جانتا تھا کہ اب اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ خان بابا نے ساتھ کھڑے حارب کو دیکھا اس نے ایک سیکنڈ سے بھی پہلے اس کی طرف تیز نوک دار چاقو بڑھا دیا خان بابا نے ڈرائیور کو گریبان سے پکڑ کر کھڑا کیا۔ نہیں صاحب جی مہربانی کریں صاحب میرے بچے ہیں صاحب جی میں کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گا صاحب جی۔۔۔ وہ ہاتھ جوڑتے ہوئے واپس اس کے قدموں میں جا گرا۔

خان بابا نے ایک قدم پیچھے لیا اس کے دونوں ہاتھ اب سڑک پر رکھے ہوئے تھے خان بابا گھٹنوں کے بل بیٹھا چاقو پر گرفت مضبوط کی اور ایک ہی جھٹکے سے اس کے دونوں ہاتھوں پر چلا دیا چاقو واقعی تیز دھار کا تھا اسی لیے اس کے دونوں ہاتھ بازوں سے الگ ہو گئے۔

چیخوں کی آواز اتنی دردناک نکلی تھی کہ حارب کے ساتھ باقی تین لوگوں نے بھی کان پر ہاتھ رکھ لیا چیخوں کی آواز بلند تھی اور ارد گرد درختوں میں دور دور تک گونجنے کی حد تک سنائی دیتی تھی۔

زبان باہر نکالو۔ خان بابا کے کہنے پر وہ زور زور سے نفی میں سر ہلانے لگا خان بابا نے اسے ایک نظر گھور کر دیکھا اس کی سنہری بھوری رنگت والی آنکھوں کی دہشت ہی اتنی تھی کہ اگلے ہی لمحے اس نے زبان باہر نکال لی اور پھر ہمیشہ کی طرح اس بار بھی اس نے اپنے شکار کے ساتھ وہی کیا جو وہ کرتا تھا۔

"تمہاری زبان کاٹ کر پھینک دوں گا" اگر اس محاورے کو سچ کرنے والا کوئی تھا تو وہ خان بابا ہی تھا اب کی بار اس کی آواز تک نہ نکلی تھی اور نکلتی بھی کیسے خان بابا نے اس سے بولنے لائق تک نہیں چھوڑا تھا تو وہ چیختا کیسے؟؟

تم بس اس کی زبان ہی کاٹ دیتے تاکہ وہ کسی کو کچھ بتا نہ سکے وہ بیچارہ کون سا پڑھا لکھا ہے جو کسی کو لکھ کر بتاتا بیچارہ شادی شدہ تھا اور تم۔۔۔۔۔

خان بابا نے حارب کو دیکھا تو اس کی تیز چلتی زبان وہی رک گئی۔ ڈرائیور ابھی تک بھی سڑک پر بیٹھا تھا وہ جگہ خون سے بھر چکی تھی مگر وہاں کوئی ایسا نہیں کھڑا تھا جو اس پر ترس کھانے کی ہمت رکھتا اب کی بار خان بابا نے اس ڈرائیور کے بالوں میں ہاتھ ڈالا اور ایک ہی جھٹکے سے اس کے بال کھینچے اب کی بار چیخ حارب اور باقی تین لوگوں کی نکلی تھی کیونکہ ڈرائیور نے سر پر بالوں کا نقلی کھول چڑھا رکھا تھا وہ جو 50، 60 سال کا بوڑھا بنا ہوا تھا وہ اب 40 سال کا ایک مرد نکلا تھا کسی نے کوئی سوال نہ پوچھا کیونکہ اتنی اجازت اور ہمت خان بابا نے کسی کو نہیں دے رکھی تھی کہ کوئی اس سے سوال پوچھے۔

خان بابا اور حارب گاڑی کی طرف بڑھے جبکہ باقی تین لڑکے اب ٹرک کو دوسرے ٹائرز لگا رہے تھے پانچ سے دس منٹ کے وقفے کے دوران انہوں نے ٹرک کو چلنے کے قابل بنایا ٹرک میں کیا تھا اور کیا نہیں یہ کوئی نہیں جانتا یہاں تک کہ خان بابا خود بھی نہیں۔ حارب نے گاڑی سٹارٹ کی خان بابا اس کے ساتھ والی سیٹ پر پرسکون سا بیٹھا تھا۔ گردن موڑ کر حارب کو دیکھا جیسے وہ کچھ پوچھنے کی کشمکش میں ہو۔

"لہجوں کو پرکھنا سیکھو حارب!! یہاں پر ہر انسان اپنا ایک روپ چھپا کر رکھتا ہے خود کو لفظوں کے جال میں پھنساؤ گے تو کہاں جی پاؤ گے"

ٹرک کے مالک کا کہنا ہے کہ اس میں تین ارب ہیروں کی ایک انگنت مقدار تھی جو سندھ کے راستے میں ہی دہشت گردوں کا نشانہ بن گیا۔۔۔ اس نے مزید آگے کچھ نہیں سنا اور ٹی وی بند کر دیا۔

oooooooooooooooooooooooooooo

اب کیا ہوا کیوں گھٹنوں میں سر دے کر بیٹھی ہو؟

ارملہ اس کے کمرے میں آئی تو وہ اداس سی گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے بیٹھی ہوئی تھی۔

نہیں کچھ بھی تو نہیں۔ اس نے سر اٹھا کر اسے جواب دیا۔ کیا کچھ نہیں ضرور تم کوئی نہ کوئی خبر سن کے بیٹھی ہوگی کمال کرتی ہو تم۔ دوسروں کے حادثات سن سن کر خود کو پریشان کر لیتی ہو بہت عجیب ہو تم۔۔۔۔

آپا یہ دوسروں کے حادثات نہیں ہمارے خود کے حادثات ہے ہمارے ملک میں ہونے والے حادثات۔ اتنی زیادہ دہشت پھیل چکی ہے کہ لوگوں نے گھروں سے باہر نکلنا بند کر دیا ہے والدین اپنے بچوں کو سکول تک بھیجنے سے ڈرتے ہیں وہ بیڈ پر سیدھے ہوتے ہوئے پھر سے اپنا وطن نامہ شروع کر چکی تھی۔

بس بھی کرو مہروش!!

ملک میں کیا چل رہا ہے کیا نہیں یہ نہ تو تمہارا سر درد ہے اور نہ ہی ہمارا اور یہ خبریں سن کے اپنا دماغ خراب مت کیا کرو تمہارے 18 سال ہونے میں بس ایک ہفتہ باقی ہے اس کے بعد تمہاری اوقات کیا ہے اور کیا نہیں یہ عشبہ بائی تمہیں بہت اچھے سے سمجھا دیں گی۔ یہ کوئی ملکی کانفرنس کا ڈیرہ نہیں ہے جہاں تم روز روز ملکی حالات کے کانفرنس کھول کر بیٹھ جاؤ یہاں ہر روز نوابوں کا ڈیرا لگتا ہے اور تمہاری من مانیاں پوری صرف اس لیے کی جاتی ہیں کہ تم اس حویلی کی سب سے خوبصورت لڑکی مانی جاتی ہو بقول عشبہ بائی کے۔۔۔ بہت جلد تمہیں تمہاری زندگی کا مقصد بتا دیا جائے گا تو برائے کرم ایسی باتیں کرنا چھوڑ دو۔

اچھا آپا فی الحال آپ بھی اپنا لیکچر دینا بند کر دیں میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں اور مجھے یقین ہے کہ میں ان کو منالوں گی اور وہ تو میری ہر بات سمجھتی ہیں نا اور دیکھئے گا مان بھی جائیں گی وہ میرا یہاں بھی ساتھ دیں گی۔

بھول ہے تمہاری۔۔

○○

اگر ایسی بات ہے تو آپ مجھے دکھائیوں نہیں دیتے کہ کیا ہے اس میں!!

سراج خان نے زوار (خان بابا) کے کندھے پر تھپکی دیتے ہوئے اسے سراہا۔

زوار نے نرمی سے ان کا ہاتھ اپنے کندھے سے ہٹایا کندھے پر شال سیٹ کی اور وہاں سے نکل آیا۔۔

○○○○○●○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

آواران بلوچستان کا سب سے پتھریلا اور سنسان ترین مانا جانے والا علاقہ اس پتھریلے علاقے میں اس شان دار حویلی کا ہونا پتھروں میں پھول کھلنے کے مترادف تھا۔

پورے بلوچستان میں سے اگر کچھ دیکھنے لائق تھا تو وہ یہ حویلی تھی اور اگر یہ کہا جائے تو غلط ہرگز نہیں ہوگا کہ وہ واحد جگہ جتنی خوبصورت دکھتی تھی اتنی ہی خوفناک۔۔۔

خوفناک ایسے نہیں کہ وہاں کوئی جن بھوت یا چڑیلیں رہتی تھی خوفناک اس لیے کہ وہ علاقہ بابا سراج خان کا تھا۔ خون بہانہ ان کا پسندیدہ کام تھا پھر چاہے وہ خون خوبصورت نوجوانوں کا ہو یا معصوم بچوں کا لیکن اب سراج خان اپنی جگہ اپنے بیٹوں کو دینا چاہتا تھا۔

اور اس کے لیے انہوں نے پہلے اپنے بڑے بیٹے عابش کا انتخاب کیا لیکن وہ اس کے منصوبوں پر پورا نہ اتر سکا پھر سراج خان نے اپنے چھوٹے بیٹے زوار کو اس دائرہ کار میں لایا۔ ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا ہوگا کہ ہر کوئی اسے خان بابا کے نام سے جان چکا تھا۔ دہشت تو اس کی اس قدر پھیل چکی تھی کہ اگر وہ راستے میں بھی کسی کو روک کر یہ کہے کہ اپنا گلا کاٹ دو تو وہ بیچارہ خود ہی اپنا گلا کاٹ دے کیونکہ اپنے جسم کے ہر حصے کو کٹوانے سے اچھا ہے وہ سیدھا اپنی جان خود نکال دیا کریں۔

سراج خان نے جتنا سوچا تھا زوار اس سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہونے لگا تھا لوگوں کو کہنا تھا کہ زوار سراج خان سے زیادہ ظالم ہے کیونکہ وہ اسلحے سے مارتا تھا جبکہ زوار تو فرصت میں بیٹھ کر ان کے جسم کے حصوں کو الگ الگ کاٹنے بیٹھ جاتا تھا جیسے وہ کسی زمانے میں قصائی رہ چکا ہو۔

اب آپ کہاں جا رہے ہیں؟ وہ چلتے ہوئے اس کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی جس طرح سے تم نے اپنے پلو سے مجھے باندھ رکھا ہے نہ فکر نہ کرو زیادہ دور نہیں جاؤں گا.....

مذاق نہ کرے عابش!! میں سیریس ہوں۔۔

فرحال نے منہ کا زاویہ بگاڑا تھا۔ عابش نے اس کی جانب رخ موڑا وہ منہ پھولائے کھڑی تھی۔ عابش کو اس پر ٹوٹ کر پیار آیا۔

سراج خان نے بلایا ہے اب آپ کے سسر کا بلاوا آیا ہے تو جانا پڑے گا تم فکر نہیں کرو میں 15 منٹ تک واپس آ جاؤں گا اور پھر جو تم کہو گی وہ کام میں کر دوں گا۔

عابش نے دائیں ہاتھ کی پشت سے اس کے گال سہلائے وہ مسکرائی۔

عابش وہ کوئی غیر تو نہیں ہے والد ہیں آپ کے۔۔

کیوں آپ ان کو ان کے نام سے بلاتے ہیں؟

ان کا ذکر کر کے میرا موڈ خراب مت کیا کرو تم صرف میرا پیار برداشت کر سکتی ہو میری جان مجھے غصہ نہ دلایا کرو اب اس نے بہت نرمی سے اسے کہا۔

مگر فرحال یہ بات ہمیشہ سے کہتی آئی تھی اور آگے بھی کہتی رہتی تھی وہ نہیں جانتی تھی کہ ان باپ بیٹوں میں آخرت نفرت کیوں ہے لیکن سراج خان کا کہنا تھا کہ عابش کی شادی فرحال سے کروا کر انہوں نے زندگی کی سب سے بڑی غلطی کی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ فرحال سے شادی کے بعد ان کے لیے عابش کی نفرت زیادہ پختہ ہو گئی ہے۔ شادی کو دو سال ہونے کو تھے مگر ہر روز عابش کو سراج کی عزت کا خیال دلوانا وہ اپنا فرض سمجھتی تھی۔

فرحال سانولی رنگت کی مگر تیز نقوش والی لڑکی تھی وہ بہت زیادہ خوبصورت تو نہیں تھی مگر عابش کی محبت نے اسے بہت حسین بنا رکھا تھا اس کے برعکس عابش ایک خوبصورت مرد تھا چہرے پر سچی داڑھی مونچھوں میں وہ سب سے الگ دکھتا تھا پورے "خان" خاندان میں اس کے اور زوار دونوں بھائیوں کے حسن کے چرچے عام تھے زوار کی پرسنلٹی کسی کے بھی دل میں ہلچل مچانے کے لیے کافی تھی اور ایسا تھا بھی سہی لیکن اب جو چرچے اس کے مشہور

ہوئے تھے کوئی بھی لڑکی اس کے پاس رہنے کا سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی کیونکہ زوار کا کوئی بھروسہ تھا بھی نہیں کہ کب غصے میں آکر اپنی بیوی کے ہی پرزے پرزے کر ڈالے۔

oooooooooooooooooooooooooooo

دیکھو میں کہہ رہا ہوں میرے قریب مت آنا میں ابھی یہاں کلک کر دوں گا اس کے بعد اگر میں مر جاؤں تو بھی مجھے کوئی افسوس نہیں ہوگا مگر تم سب کے سب جیل کی سلاخوں میں سڑو گے۔

وہ ایک سنسان سا کھنڈر تھا۔ ہر طرف پتھر ہی پتھر تھے کانٹوں سے بھری جھاڑیاں بھی وہاں موجود تھی وہ کرسی پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھا تھا پیشانی پر پڑے بلوں سے صاف واضح تھا کہ وہ شدید غصے کی حالت میں ہے۔

اس نے حارب سے اسے گھسیٹ کر یہاں لانے کو کہا تو وہ فضول کی دھمکیاں دیتا ہوا اس کے غصے کو اور زیادہ ہوا دے رہا تھا اس رات ٹرک میں ایک نہیں دو لوگ موجود تھے ٹرک پر گولیاں لگنے کے دورانے میں ہی وہ ٹرک سے کود گیا تھا اسے لگا تھا وہ اندھیرے میں کسی کو نظر نہیں آئے گا مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ خان بابا ہے۔

یہ اس کی بھول تھی کہ وہ اس ویڈیو کے ذریعے خان بابا کو ڈرا دھمکا کر اپنے کنٹرول میں کر لے گا اور اب اس کی یہی بھول اسے موت کے منہ میں لے آئی تھی ویڈیو میں تھا ہی کیا۔ بس یہی تھا کہ وہ خود اس ڈرائیور کے ہاتھ اور اس کی زبان کاٹ رہا تھا اگرچہ ایک عام انسان اس ویڈیو کو دیکھ لیتا تو خوف کی ایک لہر اس کے پورے جسم میں دوڑ اٹھتی۔

یار کب سے کہہ ہی رہا ہے کہ ویڈیو لیک کر دے گا مگر کر نہیں رہا اب تو ویڈیو لیک کر یا اسے پیک کر لیکن جو حال اب تمہارا خان بابا کرے گا نا پھر تجھے معلوم ہو گا کہ تمہیں اتنی بڑی غلطی تو ہرگز نہیں کرنی چاہیے تھی۔ ہارب اور ادلال نے آگے بڑھتے ہوئے اس کے سارے راہ فرار کو بند کر دیا حارب نے اس کے ہاتھ سے اس کا موبائل کھینچا ادلال اس کے چہرے پر دو سے تین تھپڑ رسید کر چکا تھا وہ اسے اور بھی دو چار لگانے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن اسے احساس ہوا کہ خان بابا اس کے پیچھے ہی کھڑا ہے تو وہ چپ چاپ سائیڈ پر ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ خان بابا نے سیدھا ہاتھ آگے بڑھایا تو ادلال نے اس کی ہتھیلی پر چاقو رکھ دیا۔

نہیں خان بابا نہیں تم ایسا نہیں کر سکتے اگر تم مجھے ختم کرنا چاہتے ہو تو گولی مار دو زہر پلا دو مگر یہ نہیں تم ایسا نہیں کرو۔

زبان باہر نکالو!!

خان بابا نے بغیر اس کی کوئی بات سنے کہا۔ نہیں نہیں پلیز خان بابا۔ وہ موت سے نہیں ڈر رہا تھا وہ اس درد سے ڈر رہا تھا جو اسے اب ملنے والا تھا اسے موت سے پہلے بھی جہنم کے مراحل سے گزرنا پڑ رہا تھا۔

خان بابا نے اپنے ہاتھ سے اس کے منہ کے جبروں کو دبوچا اسے ایسا لگا جیسے اس کا چہرہ کسی مشین میں دے دیا گیا ہو اس کے منہ سے نکلنے والی آواز حلق میں ہی دم توڑ رہی تھی۔

بہت شوق ہے تمہیں ویڈیو بنانے کا اور ویڈیو ہو یا تصویر ہمیشہ اپنی ہی اچھی لگتی ہے حارب کیمرہ آن کرو اس کی یہ خواہش بھی میں ہی پوری کر دوں۔ وہ نڈھال سا ہو کر زمین پر جا گرا خان بابا بھی اپنے پنجنوں کے بل زمین پر بیٹھا تھوڑی دیر پہلے جن آنکھوں میں وہ ہمت دکھا رہا تھا اب انہی میں ڈر اور خوف تھا۔

ہاتھ کی گرفت مزید سخت ہوتے ہی اس کی آنکھیں تک گھومنے لگی خان بابا (زوار) نے اپنے سیدھے ہاتھ کی دو انگلیوں کا زاویہ بناتے ہوئے وہ ہاتھ اس کے چہرے کے قریب کیے جا رہا تھا۔

حارب اور ادلال بغور اسے دیکھ رہے تھے کیونکہ چاقو کے استعمال کے بغیر وہ کیا کرنے والا تھا وہ نہیں جانتے تھے۔

خان بابا نے ایک ہاتھ سے اس کے جڑے بھینچے اور دوسرے ہاتھ کی دو انگلیاں اس کی آنکھوں میں ڈالتے ہوئے اس کی آنکھ باہر نکال کر حارب کی طرف اچھالی پھر اسی طرح خان بابا نے اس کی دوسری آنکھ بھی نکال کر حارب کی طرف پھینک دی۔

اس کی آنکھوں سے خون کسی چشمے کی صورت میں بہہ رہا تھا۔

سنجھال کر رکھو حارب ان آنکھوں کو اور ویڈیو میں ان کو ذرا زوم کر کے دکھانا تاکہ لوگ دیکھ سکیں کہ خان بابا کے سامنے نظر اٹھا کر بات کرنے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ کہنے کے بعد خان بابا نے واپس چاقو اٹھایا اور اس کے چہرے پر دھڑا دھڑ مارا۔ حارب آنکھیں بند کیے ویڈیو بنا رہا تھا جب کہ ادلال سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا خان بابا نے اس کے چہرے پر اس قدر چاقو مارا کہ اس کے چہرے پر ناک نام کی کوئی چیز نہیں بچی تھی چیخوں کی آواز کب کی بند ہو چکی تھی یقیناً وہ مر چکا تھا خان بابا اپنا سارا غصہ اتار کر فرصت سے اٹھا۔

ادلال مجھے ایک کاغذ لا دو۔

خان بابا نے کھڑے ہوتے ہوئے ادلال سے کہا وہ فوراً بھاگ کر گاڑی تک آیا۔ نوٹ پیڈ نکالا اور اسی تیزی کے ساتھ واپس خان بابا تک آگیا خان بابا نے ہاتھ کے اشارے سے قلم کا کہا جو کہ ادلال نے اپنے کرتے کی جیب سے نکال کر فٹا فٹ اسے دیا اب وہ اس پر کچھ تحریر کر رہا تھا۔

"اگر دنیا کی رنگینیوں کو دیکھنے کا شوق رکھتے ہو تو خان بابا کو دیکھتے وقت آنکھوں کو اوقات میں رکھنا سیکھ لو۔"

یہ وہ الفاظ تھے جو خان بابا نے اس کاغذ پر تحریر کیے اور اسی زخمی آدمی کو کورٹ کے سامنے والی جیب میں ڈال دیا۔ پھر اس کو وہی چھوڑ کر وہ واپس اپنی گاڑی میں آکر بیٹھ گئے ہمیشہ کی طرح حارب نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی جب کہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر خان بابا اور ادلال پیچھے بیٹھا تھا۔

خان بابا کیا کل رات ہم فری ہیں یا پھر!!!!!!

○○

اس نے بیڈ پر لیٹتے ہی منہ پر کمبل ڈال لیا تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد وہ کمرے میں آیا اس نے کمرے کی خاموشی سے ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ سو رہی ہے کمرے میں آتے ہی اس نے شال اتاری الماری سے کپڑے لیے اور گیزر آن کر کے نہانے چلا گیا پانچ منٹ بعد وہ واپس آیا تو اس کا رخ اب دوسری جانب تھا مطلب وہ جاگ رہی تھی۔

گھنی مونچھوں تلے اس کی ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی وہ دیوانہ وار چال چلتا ہوا بیڈ تک آیا۔
میں جانتا تھا میری فرحال کو میرے بغیر کبھی نیند آ ہی نہیں سکتی عابش نے ابھی تک اس
کے چہرے پر نظر نہیں دوڑائی تھی فرحال نے روتے ہوئے ایک سسکی بھری۔ عابش نے
فٹافٹ سائیڈ ٹیبل سے لیمپ اون کیا اس کے چہرے پر نظر دوڑائی۔

تم رو کیوں رہی ہو؟ عابش نے تڑپ کر پوچھا تھا۔

میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔ اس نے سسکی بھری آواز سے جواب دیا۔

تو میری جان بتانا تھا نا چلو دوائی لے کر آتے ہیں وہ بس اٹھنے ہی لگا تھا جب فرحال نے
واپس اس کا بازو تھام کر سرہانے پر رکھا اور اپنا سر اس پر ٹکا دیا۔

دوائی نہیں لوگی تو کیا ساری رات روتی رہو گی۔ اس نے آئی برو اچکاتے پوچھا۔

نہیں میں اب نہیں روؤں گی بس آپ سوئے رہے ایسے۔

عابش اپنے ہاتھ کی نرمی سے اس کا سر دبا رہا تھا۔ صبح ہوتے ہی تم دوائی لینے چلو گی اور میں
کوئی بہانہ نہیں سنوں گا۔ عابش نے اسے اپنا فیصلہ سنایا۔

تم جانتی ہو کہ کبھی کبھی تم مجھے بہت زہر لگتی ہو!!!

وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہار سنگھار کر رہی تھی۔

آپ مذاق کر رہی ہیں نا!! مہروش نے اس سے زیادہ خود کو تسلی دی تھی۔

نہیں مہروش میں کبھی کبھی سوچتی ہوں کہ اگر تم نہ ہوتی تو میری خوبصورتی کا مقابلہ کسی سے نہ کیا جاتا جب بھی محفل میں میرے حسن پر تبصرے ہو رہے ہوتے ہیں تب تب مجھے یہ بات یاد دلائی جاتی ہے کہ مجھ سے زیادہ حسن بھی اس بازار حسن کی زینت ہے اور بہت جلد منظر عام پر لایا جائے گا۔ وہ کانوں میں جھمکے ڈالتی ہوئی اداسی سے بول رہی تھی جب کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔

تم ٹھیک کہہ رہی ہو ارملہ! مہروش کا حسن میرے لیے ایک خزانہ ہے بازار حسن کی تمام
طوائفوں نے بھی کبھی اتنا نہیں کمایا ہوگا جتنا مہروش ایک ہی دن میں ہمیں مالا مال کرے
گی۔ آخر نواب خاندان کے سارے مرد اس حسن کا بڑی بے صبری سے انتظار کر رہے ہیں
عشبہ بائی نے جیسے اس کے زخموں پر اور زیادہ نمک چھڑکا تھا۔

مہروش بیڈ سے نیچے اتر کر آئی اور رامین بیگم کے بغل میں ان کا ہاتھ تھام کر کھڑی ہو گئی
رامین رشتے میں مہروش کی ماں تھی البتہ ارملہ مہروش کی اگر کچھ لگتی تھی تو وہ صرف
طوائف خانے کے اندر تک بازار حسن سے باہر تک مہروش کا اپنی ماں کے سوا کسی سے کوئی
رشتہ نہیں تھا۔

مہروش کے گلے میں گلی ابھرتی ہوئی محسوس ہوئی وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھی مگر عشبہ بائی کا
رعب اور دبدبہ اتنا تھا کہ اس کے سامنے کوئی اپنی فریاد نہیں رکھ سکتا تھا۔ البتہ عشبہ بائی
خود مہروش کی ہر خواہش پوری کرتی تھی اور کیوں نہ کرتی آخر وہ اس کے لیے سونے کا انڈا
جو تھی مہروش نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے تو رامین نے اسے اس کے ہاتھ پر دباؤ
دیتے ہوئے بولنے سے روکا عشبہ بائی مہروش کی گال تھپتھپاتے وہاں سے چلی گئی۔

ارملہ اپنے لہنگے کو سنبھالتی کمرے سے پیر پٹکتی باہر آ گئی کیونکہ کچھ ہی دیر میں اس کا مجرہ
شروع ہونے والا تھا۔

حد میں رہو مہروش زیادہ سر پر نہ چڑھو ہمارے ایک طوائف کو کوئی حق نہیں ہوتا کہ وہ
اپنے خوابوں کی طرف بڑھنے کا سوچے۔

امی جان میں نے آپ سے کبھی کچھ نہیں مانگا لیکن پلیز امی جان آپ مجھے اس دلدل سے نکال دیں میں یہاں کی طوائف بن کر نہیں رہنا چاہتی مجھے اپنے خوابوں کی طرف بڑھنا ہے امی پلیز۔۔۔ وہ راین بیگم کے دونوں ہاتھ تھامے رو رہی تھی۔

مہروش تمہاری منزل وہ نہیں ہے جو تم سوچتی ہو تمہاری منزل پائل گھنگرو اور مردوں تک محدود ہے اور کچھ ہی دنوں میں تمہیں خود اس کا احساس ہو ہی جائے گا راین بیگم نے اس کا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔

امی آپ جانتی بھی ہے کہ طوائف کسے کہتے ہیں!!!! وہ ایک دم غصے میں چلائی تھی۔

جانتی ہوں مہروش بزدل مرد جس عورت کو بغیر نکاح کے استعمال کرے اس عورت کو طوائف کہتے ہیں راین بیگم کے لہجے میں سدا کی اداسی در آئی تھی۔

امی کاش آپ طوائف نہ ہوتی کاش میں آپ کی بیٹی نہ ہوتی اگر ہوتی تو پیدا ہوتے مر جاتی کاش۔۔۔ کاش میں کسی فقیر کی بیٹی ہوتی اپنی عزت کو خود نیلام کرنے کا ڈر نہ ہوتا اپنے خوابوں کی طرح بڑھنے کا ایک راستہ ہوتا مگر آپ سب لوگ ظالم ہیں۔۔۔

مہروش آواز نیچے رکھو جہاں پر آج تک پلٹی آئی ہو ان کو برا بولتے شرم نہیں آرہی
تمہیں!!!!

کہاں کے اپنے امی جان، آخر کیوں ایک طوائف کو حق نہیں ہے کہ وہ دنیا میں رہ کر اپنا
خواب پورا کر سکے۔ وہ کبھی بات کرتی تو کبھی ہاتھ کے پشت سے اپنے آنسو صاف کرتی۔

ہم تمہارے اپنے ہیں مہروش دنیا کے لوگ بھیڑیے کی طرح تمہیں کچا کھا جائیں گے مگر ہم
تمہارے ساتھ رہیں گے ہر قدم پر۔۔۔ راین بیگم نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے اس کی کمر
تھپتھپائی۔۔۔

آپ کھوکلے لوگ میرے اپنے نہیں ہو۔

آپ لوگوں میں مجھے گھٹن محسوس ہوتی ہے۔

مجھے یہاں کی ہر انسان سے منافقت کی بو آتی ہے۔

یہاں کوئی بھی شخص اذیت کا باعث بننے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔

مہروش کے لہجے میں بے حد درجہ درد تھا جو کہ صاف ظاہر تھا۔

تم کچھ بھی سمجھو کچھ بھی کہو میری بچی مگر تم یہ دہلیز کبھی پار نہیں کر سکتی کاش میرے بس میں ہوتا تو میں تمہیں ایک نئی زندگی دے سکتی ایک عزت کی زندگی مگر یہ ایک ایسی حسرت ہے جو کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ اس ایک حسرت نے میری ساری حسرتیں ختم کر دی مہروش!

آج ان دونوں ماں بیٹیوں کا درد ایک جیسا تھا دونوں ہی بے بس تھی اپنے نصیبوں کی محتاج مگر مہروش جانتی تھی اس کی دعائیں کبھی رد نہیں کی جائیں گی۔

oooooooooooooooooooooooooooo

آج ایک لمبے عرصے کے بعد وہ کوئی بڑا کارنامہ سرانجام دینے جا رہے تھے وہ تینوں ایک پرانے گھر میں کھڑے تھے جو تقریباً سارا پتھروں کا ہی بنا ہوا تھا۔

گھر کی حالت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ وہاں صرف کچھ وقت کے لیے آتے ہیں کیونکہ جگہ جگہ جالے کھر در دیواریں اور لکڑیوں سے بنی چیزوں کو دیمک نے اچھی طرح چاٹ رکھا تھا۔

دھیان سے رکھو اس کو اگر یہی پھٹ گیا تو تمہارے ارمان بھی ساتھ پھٹ جائیں گے۔

○○

Whatsapp : 03335586927

آگے بس تھوڑا سا فاصلہ ہی طے کرنا تھا 15 سے 20 فٹ تک کے فاصلے تک وہ لوگ پیدل چل کر آئے۔

اب وہ ایک عالی شان حویلی کے سامنے کھڑے تھے وہ کوئی تین منزلہ عمارت تھی بنانے والے نے اس سے بڑی مہارت سے بنا رکھا تھا لیکن وہ حویلی خان بابا کی حویلی کے سامنے کچھ بھی نہیں ہوگی ان کی نظروں کا معائنہ کیا جائے تو وہ تینوں اسی حویلی کی طرف دیکھ رہے تھے خان بابا نے اپنے ہاتھ میں پہنی گھڑی پر نظر دوڑائی اور پھر آنکھ کے اشارے سے دونوں کو آگے بڑھنے کا سائن دیا اگلے کچھ سیکنڈز میں وہ لوگ اس حویلی کے گیٹ پر کھڑے تھے ایک گارڈ ان کی طرف بڑھتا ہوا نظر آیا اس ٹائم زوار کا چہرہ بالکل بھی ڈھکا چھپا نہیں تھا۔

کون ہو تم لوگ اور اس طرح سے کیوں آئے ہو۔

گارڈ نے سخت لہجہ استعمال کیا تھا خان بابا نے اس کو آنکھیں سیٹھ کر دیکھا گارڈ نے اس کی سنہری بھوری آنکھوں میں دیکھا اس کا اگلا سانس اس کے گلے میں ہی اٹک کر رہ گیا وہ بہت خاموشی سے سائیڈ پر ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

حارب نے آگے بڑھ کر گیٹ کھولا اور وہ تینوں اندر داخل ہو گئے۔ حارب کو صحن میں چھوڑ کر وہ لوگ گھر کے اندر انٹر ہوئے حارب نے بم کو ایک گھنٹے کی ٹائمنگ پر سیٹ کیا اور راہداری کے راستے میں رکھا اس حویلی میں کوئی بھی نہیں تھا اگر نوکر چاکر تھے تو شاید اپنے مخصوص کمرے میں سو رہے ہوں گے زوار (خان بابا) لاؤنج میں پڑے صوفے پر آ کر پرسکون سا بیٹھ گیا شاید وہ پہلے سے ہی جانتا تھا کہ گھر میں کوئی نہیں ہے۔ آگے کے دو بم ادلال نے سیٹ کرنے تھے جو کہ وہ لے کر اوپر کی جانب جا چکا تھا۔

حارب نے کچھ فائلز خان بابا کے سامنے لا کر رکھ دی خان بابا نے ایک نظر سب پر دوڑائی اور پھر اپنے کرتے کی جیب سے لائٹر نکال کر ان کو جلا دیا ایک دم سے ہی آگ کا ایک شعلہ بھڑکا اور پھر اگلے ہی لمحے بجھ گیا مگر ان فائلز کو راکھ کر گیا۔ 20 منٹ گزر چکے تھے مگر ادلال ابھی تک نیچے نہیں آیا تھا۔

کال کرو اسے دو سیکنڈ کے کام میں دو گھنٹے لگائے گا کیا؟؟

خان بابا کے کہنے پر حارب نے جیب میں موبائل نکالنے کے لیے ہاتھ ڈالا جب ادلال اسے سیڑھیوں سے اترتا ہوا نظر آیا حارب نے موبائل کو جیب میں ہی رہنے دیا خان بابا کندھے پر شال سیٹ کرتا ہوا کھڑا ہوا۔ گھر کر ادلال دیکھا تو اس نے سر جھکا لیا۔

یہ تمہاری آخری غلطی تھی ادلال کوئی میرے وقت کا ضیاع کرے میں اسے ضائع ہی کر دوں تو زیادہ اچھا ہوگا۔ ادلال چپ رہا بس سر جھکائے۔

زوار صوفے سے اٹھا قدم راہداری کی طرف بڑھائے خان بابا چل کر واپس اسی گارڈ کے پاس آیا جو ڈرا سہا کھڑا تھا۔ دائیں ہاتھ سے خان بابا نے اس کی گردن پکڑی وہ ہاتھ ہٹانے کی کوشش کرنے لگا مگر آگے بھی خان بابا تھا۔

تم نے ہم سے اونچے لہجے میں بات کی اس کے باوجود بھی تمہیں زندہ چھوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے مالک کو بتا سکو کہ وہ میرا کچھ نہیں اکھاڑ سکا۔

کہہ دینا اسے استادوں سے استادی اچھی نہیں لگتی میدان میں اترنے سے پہلے دیکھ لینا چاہیے کہ سامنے والے نے بھی کوئی کچی گولیاں نہیں کھیلی اگر آج کے بعد وہ میرے راستے میں

کہنے کے بعد اس نے جھٹکے سے اس کی گردن چھوڑی اور آگے بڑھ گیا۔

○○

ادلال نے ساتھ چلنے سے منع کیا تو حارب نے طنزیہ کہا۔

حارب بیٹھو تم اس کو زیادہ شوق ہو رہا ہے وقت ضائع کرنے کا اور میرا وقت اتنا گیا گزرا نہیں اگر وہ نہیں آنا چاہتا تو مت آئے مگر اسے کہو صبح نو بجے مجھے حویلی میں ملے۔ خان بابا نے حارب کو مخاطب کرتے کہا مگر ادلال سے اس کی ناراضگی پکی تھی پھر وہ فٹ سے بابتک سٹارٹ کرتا وہاں سے غائب ہو گیا جب کہ ادلال ابھی بھی وہی کھڑا کچھ سوچ رہا تھا۔

○ ○

25 منٹ کے بعد اسی حویلی میں گاڑی انٹر ہوتی ہوئی نظر آئی گاڑی میں سے ڈرائیور نے نکل کر گیٹ کھولا گیٹ پر گارڈ کو نہ دیکھ کر انہیں بہت زیادہ حیرت ہونے لگی تھی۔ بلیک جینز کے اوپر بلیک کلر کا ہی لمبا کورٹ پہنے وہ اس گاڑی سے باہر نکلی اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا اس کی عمر تقریباً 35 کے لگ بھگ تھی۔ انہوں نے گیٹ میں ابھی پہلا قدم ہی رکھا تھا کہ زوردار دھماکے سے وہ دونوں دو قدم پیچھے جا گرے۔ شعلے اس قدر آسمان میں اٹھ رہے تھے کہ ان دونوں نے پہلے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔

اس حویلی کی دیواریں کسی روئی کی مانند آسمان میں اڑی تھی دیکھتے ہی دیکھتے ان دونوں کے حواس جاتے رہے۔۔

زوار خان!!!!!!

اس 35 سالہ آدمی نے خان بابا کا نام چلاتے ہوئے اپنے پاس کھڑی گاڑی پر زوردار مکہ مارا جبکہ 26 سالہ لڑکی غصے سے ہاتھ بھینچے کھڑی تھی اس کا چہرہ غصے سے سرخ لال ہوا کھڑا تھا

[illegible]

زوار 28 سالہ ایک خوبصورت ترین مرد تھا اور اس کے چہرے پر گھنی داڑھی اس کی شان میں اور زیادہ اضافہ کرتی تھی۔ وجیہ انداز میں چلتا ہوا وہ کسی ریاست کا شہزادہ لگتا تھا۔

اس کے بال ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے شاید آج وہ گھر پر ہی رہنے والا تھا وہ کسی سے کال پر بات کرتے ہوئے آ رہا تھا کچھ قدم کے فاصلے پر آ کر اس کی نظر ادلال پر پڑی اگلے ہی پل اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے اس نے کان سے فون اٹھایا اور ان کی جانب چل کر آیا۔

ادلal اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا جبکہ حارب ابھی تک بھی بیٹھا ہوا تھا ادلال گلے ملنے کے لیے آگے بڑھا زوار نے ہاتھ کے اشارے سے اسے وہی روک دیا۔

کہاں تھے تم!!!

زوار نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

میں گھر تھا....

ادلal نے نظر جھکائے کہا۔

گھر کیوں تھے؟؟؟

اس کا لہجہ مزید سخت ہوتا جا رہا تھا۔

طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی تو بس۔۔۔۔

کون ہے وہ !!!!!

زوار نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

کون؟ ادلال نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔

چٹاخ !!!!!!!

زوار نے زوردار تھپڑ اس کے چہرے پر دے مارا وہ اس کے لیے بالکل بھی تیار نہیں تھا وہ لڑکھڑایا گیا۔

میں اس سے نکاح کرنے والا ہوں۔

ادلال کا لہجہ معذرت والا تھا۔

کیا لگتی ہے وہ تمہاری؟؟

زوار نے اس کا گریبان پکڑ لیا۔

وہ مجھے پسند ہے شاید مجھے اس سے محبت ہو چکی ہے۔

ادلال کے جواب پر اس نے جھٹکے سے اس کا گریبان چھوڑ دیا۔

پاگل ہو گئے ہو تم !! یہاں کوئی فلم چل رہی ہے جو تم نے اسے دیکھا اور تمہیں عشق ہو گیا تم کب سے ان چکروں میں پڑ گئے ہم جیسے لوگ عشق نہیں کر سکتے ادلال!!!
کیوں نہیں کر سکتے؟

اس بار ادلال نے بہت ہمت سے جواب دیا تھا۔

کیونکہ ہم لوگ دل نہیں رکھتے۔

ہم نہیں صرف تم۔۔۔ زوار صرف تم دل نہیں رکھتے۔

تم اپنی کمزوری خود پیدا کر رہے ہو جس فیلڈ میں ہم کام کرتے ہیں وہاں ہماری کوئی کمزوری نہیں ہونی چاہیے تم اس کو جہاں سے لائے ہو واپس وہی چھوڑ آؤ گے ابھی اور اسی وقت زوار نے جیسے حتمی اعلان کیا تھا۔

میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔

حارب نے غور سے ادلال کو دیکھا وہ کب زوار کے سامنے انکار کرتا تھا بھلا!

مطلب تم ایک لڑکی کی خاطر اپنا کام چھوڑ دو گے؟؟

محبت ہے وہ میری۔۔۔۔

محبت !!! اوٹ رہش۔ وہ طنزیہ ہنسا۔

ٹھیک ہے ادلال تم جاسکتے ہو تم جیسے کمزور مرد میں نہیں رکھ سکتا جو ایک لڑکی کی خاطر اپنی مردانگی بھول بیٹھے اور تمہیں کیا لگا تھا تم نہیں بتاؤ گے تو ہم بے خبر رہیں گے مجھے اسی دن پتہ تھا کہ تم ہمارے ساتھ کیوں نہیں آنا چاہتے تم ایک حسن کی دیوی کے ساتھ لانا چاہتے تھے تاکہ تم جوانی کا مزہ لے سکو اور پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

بس زوار بس ایک لفظ بھی اور نہیں تم حد پار کر رہے ہو میں نے کہا ہے میں اس سے نکاح کروں گا اور نکاح کرنے والے مرد بز دل نہیں ہوتے۔ اور میری بددعا ہے کہ زوار تمہیں بھی کسی سے محبت ہو مگر خدا کرے تم اس کے لیے ترسوں اتنا ترسوں کہ خود کو دنیا کا مفلس سمجھنے لگو اس دن تمہیں احساس ہوگا۔

خدا کے پاس فضول وقت نہیں ہے ادلال جو تمہاری سو کالڈ بددعائیں قبول کرنے بیٹھ جائے اور ابھی کے ابھی یہاں سے نکل جاؤ اس سے پہلے کہ میں تمہارا منہ نوچ لوں۔۔۔۔گیٹ لاسٹ!!!!

ادلال نے آخری نظر زوار پر ڈالی اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اس نے قدم موڑے اس کی ایک آس تھی کہ وہ اسے روک لے گا وہ اسے کہے گا ادلال کوئی بات نہیں نہ جاؤ تم۔ مگر نہیں وہ تو زوار تھا اس کا دل کیسے پگھلتا وہ تو دل رکھتا ہی کہاں تھا اور پھر اس نے ادلال کو جانے دیا۔

ادلال بھی ایک مرد تھا پھر وہ کیوں رو رہا تھا شاید زوار اور اس کا بچپن والا ساتھ آج ختم ہو چکا تھا اس کی زندگی میں صرف ایک دوستی کا رشتہ تھا اور وہ بھی ختم ہو چکا تھا۔

oooooooooooooooooooooooooooooooo

دو دن پہلے کی رات:

بالائی سطح کے ایک کمرے میں اس نے بم رکھا پھر وہ اس کمرے میں سے باہر نکل آیا۔ چلتے ہوئے اس کے اعصاب تنے ہوئے تھے وہ تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا آ رہا تھا اسے اچانک سے کسی کے سسکیوں کی آواز آئی اس نے بائیں طرف گردن موڑ کر دیکھا جہاں کچن تھا۔

نظر انداز کرتے ہوئے اس نے قدم آگے بڑھایا جب اسے ایک چیخ کی آواز سنائی دی نا چاہتے ہوئے بھی اس نے قدم اس جانب بڑھا دیئے وہ ایک درمیانے قد کی لڑکی تھی کمر تک آتے کالے سیاہ بال۔۔ اس نے لون کا ڈھیلا ڈھالا ڈریس پہن رکھا تھا شاید وہ اس کا اپنا نہیں تھا۔

وہ اپنے ہاتھ پر پھونک مار رہی تھی پھر وہ سنک کی جانب بڑھی نل کھولی اور اپنا ہاتھ اس کے بہتے پانی میں گिला کرنے لگی۔ ادلال نے دو قدم آگے بڑھائے قدموں کی چاپ سنتے ہوئے اس لڑکی نے رخ موڑ کر اسے دیکھا اس نے بھاگ کر شلف کی طرف قدم بڑھائے اور اس پر اٹکے دوپٹے کو کھینچ کر اپنے گرد لپیٹ لیا۔

س سو سور صاحب جی!

بس کھانا تیار ہونے والا ہے۔ میں ابھی لگا دیتی ہوں۔ آپ غصہ نا کرئیے گا۔ کہتے ہوئے وہ کڑاہی میں چچ ہلانے لگی۔ اس لڑکی نے ابھی تک ادلال کو نہیں دیکھا تھا۔

کون ہو تم ؟

ادلال نے چند قدم کے فاصلے پر پوچھا۔

میں میں وہ اٹکنے لگی۔

ہاں تم اور رو کیوں رہی ہو ؟؟

اس لڑکی نے نظر اٹھا کر دیکھا اسے جیسے جینے کی روشنی ملی تھی زندگی کی ایک خاص ملی تھی اس کی آنکھیں دوبارہ نم ہونے لگی۔

صاحب جی پلینز کیا آپ مجھے یہاں سے نکال سکتے ہیں آپ کا احسان ہو گا مجھ سے جتنے پیسے مانگیں گے میں آپ کو کما کر دے دوں گی مگر آپ مجھے یہاں سے نکال کر لے جائے میں جاتی ہوں آپ کا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

وہ زار و قطار رونے لگی۔

اس کے لہجے میں ذرا بھی نرمی نہیں تھی لمحے بھر کو وہ لڑکی رکی وہ سوچ رہی تھی کہ وہ اسے بتائے یا پھر بتا کر مزید پھنس نا جائے۔۔۔۔

○○

میں حاذقہ ہوں مجھے سزا کے طور پر یہاں رکھا گیا ہے اور بہت جلد مجھے اصل سزا دے دی جائے گی میں نہیں جانتی کہ وہ لوگ میرے ساتھ کیا کریں گے میرا تو کوئی قصور نہیں تھا میں مرنا نہیں چاہتی مجھے اپنی ماں کو بچانا ہے وہ مر جائے گی میرے بغیر۔۔۔ میرا باپ میری ماں کو کہی کا نہیں چھوڑے گا آپ پلیز میری مدد کر دیں بس اس حویلی سے باہر لے جائے۔

رو رو کر چہرہ سرخ لال ہو چکا تھا ادلال نے اس کے چہرے پر سرسری سی نظر دوڑائی وہ واقعی معصوم تھی بہت معصوم۔۔۔۔۔۔

فلحال میں تم سے زیادہ تفصیل نہیں پوچھنا چاہتا میں نہیں جانتا تمہیں کیوں سزا کے طور پر یہاں لایا گیا ہے مگر میں تمہیں یہاں سے باہر لے جاؤں گا تم چلو میرے ساتھ۔۔۔

ادلال آگے بڑھتا ہوا کچن سے باہر نکل آیا وہ بھی ڈری سہمی اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ ادلال نے ہاتھ کے اشارے سے اسے کوریڈور میں روکا کیونکہ سامنے لاؤنج میں صوفے پر زوار بیٹھا ہوا تھا زوار کی اب بھی اس جانب پشت تھی ادلال نے اسے پلر کے پیچھے چھپنے کا اشارہ کیا وہ دو قدم بڑھائے پلر کے پیچھے جا کر کھڑی ہو گئی۔

ادللال نے اس کے حلیے پر نظر ڈالی اسے کو اس پر بہت ترس آیا۔ ادلال کو ایک دم یاد آیا کہ اس نے کمرے میں ایک شال پڑی دیکھی تھی وہ تیز قدم بڑھائے اوپر آیا اس کمرے میں انٹر ہوا شال اٹھائی اسے گول مٹول کر کے اکٹھا کیا اور پھر تیز تیز قدموں کے ساتھ نیچے آیا اس سے پہلے کہ زوار یا ہارب میں سے کوئی اسے دیکھتا اس نے وہی سے ہی شال حاذقہ کی طرف اچھالی اور باقی کی سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے آیا۔۔۔

اسے لگا وہ زوار کی آنکھوں میں دھول جھونک چکا ہے لیکن وہ کیسے بھول گیا وہ خان بابا تھا ہوا کا رخ دیکھتے وہ اندازہ لگا لیتا تھا کہ دھواں کہاں سے آ رہا ہے اور آگ کہاں پھیلنے والی

آ جاؤ۔۔

○○

اب رونا بند کر لے کر جا تو رہا ہوں۔

حاذقہ کی سسکیوں سے تنگ آ کر ادلال نے کہا تو اسے بے حد شرمندگی ہوئی۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ اب کچی بستی میں داخل ہوئے۔ دو تین گھر چھوڑنے کے بعد حاذقہ نے چوتھے گھر کی طرف اشارہ کیا۔

ادلال نے اپنی بانک اس گھر کے سامنے روکی یہ بھی اتفاق تھا کہ وہ لوگ بانک پر نکلے تھے کیونکہ اس بستی میں گاڑی کا چلنا تقریباً ناممکن تھا۔۔۔۔۔ حاذقہ نے اس لکڑی کے دروازے پر دستک دی۔ دو سے تین بار دستک دینے کے بعد وہ دروازہ کھلا سامنے ایک بزرگ عورت کھڑی تھی چہرے پر جھریاں ہی جھریاں اور نڈھال سی طبیعت۔۔۔

حاذقہ کو دیکھتے ہی وہ فوراً اس سے گلے آ لگی حاذقہ کی آنکھیں پھر سے نم ہوئی آنسو امنڈ کر نکلے۔

میری بچی تو کیوں آئی ہیں واپس۔۔۔ تو چلی جا یہاں سے تیرا باپ تجھے مار دے گا پورے گاؤں والوں کو پتہ ہے کہ تو کسی کے ساتھ بھاگ گئی ہے تیرا باپ تجھے دیکھتے ہی مار دے گا۔۔۔۔۔

نہیں اماں آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں میں نہیں بھاگی یہاں سے میں سمجھا دوں گی ابا کو وہ بے یقینی سے رو بھی رہی تھی اور افسوس بھی کر رہی تھی بے بسی سی حالت میں۔

مجھے پتہ ہے سب پتہ ہے مگر ہم کس کس کو گواہی دیں حاذقہ میری بچی تو چلی جائی یہاں سے تجھے خدا کا واسطہ!!!! پتر تو لے جا میری بچی کو دیکھ تو یہاں تک بھی تو لایا ہے نا تجھے تیری ماں کا واسطہ تو اسے یہاں سے لے جا۔۔۔

نہیں اماں ابا مارے گا مجھے مار ڈالے مگر میں کہیں نہیں جاؤں گی وہ اپنی ماں کے ہاتھ تھامے فریاد کر رہی تھی اس کی ماں حسرت بھری نگاہوں سے ادلال کو دیکھ رہی تھی۔
ادلال نے حاذقہ کا ہاتھ تھاما وہ چھڑانے لگی مگر ادلال نے گرفت سخت کر دی۔
بے فکر رہیں اماں میں خود خیال رکھوں گا اس کا۔

ادلال نے سر جھکائے اس بزرگ عورت سے سر پر پیار لیا اسے کبھی ماں کا پیار نہیں ملا تھا وہ ایک یتیم بے سہارا تھا سوائے زوار کے اس کا اور کوئی نہ تھا۔

وہ اسکا ہاتھ تھامے لے آیا۔ ایک گھنٹے کے سفر کے بعد وہ اسے اپنے گھر میں لے آیا۔ وہ تو رہی تھی۔ ادلال نے اسے چپ ہونے کو نہیں کہا تھا۔ وہ گھر دو کمروں کے ساتھ ایک چھوٹے سے صحن پر مشتمل تھا۔ سارا گھر پتھروں سے بنا ہوا تھا۔ وہاں تقریباً سارے گھر ہی پتھروں سے بنائے جاتے تھے۔

ادلال نے دوسرے کمرے کی طرف اشارہ کیا اس نے بڑی مشکل سے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا اس کے ساتھ جو مرضی ہو رہا ہوں مگر وہ اپنے رب کی شکر گزار تھی کہ وہ ایک دلدل سے باہر نکل آئی تھی۔

ادلال چپ چاپ دوسرے کمرے میں جا کر سو گیا اس نے دروازہ بند نہیں کیا تھا وہ چارپائی پر اوندھے منہ لیٹا ہوا تھا۔

حاذقہ نے ایک نظر اس کمرے میں دوڑائی اور پھر اس کے ساتھ والے کمرے میں جہاں وہ اب جانے والی تھی وہ پھر چپ چاپ اس کمرے میں آگئی اسے بھوک بھی لگ رہی تھی مگر وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی دروازہ بند کر کے وہ کمبل اوڑ کر لیٹ گئی کافی دیر تک وہ چھت کو گھورتی رہی اور پھر نیند کی آغوش میں چلی گئی۔

○○

اگلی صبح اس کی آنکھ کھلی تو اسے احساس ہوا کہ باہر دھند کی وجہ سے ابھی تک اندھیرا ہے وہ چارپائی سے نیچے اتری کندھوں کے گرد اچھی طرح شال لپیٹی اور دروازہ کھول کر باہر آئی وہ ایک چھوٹے سے کچن میں بیٹھا آگ جلا رہا تھا۔

منہ پر پانی کے چھٹے مار کر وہ بھی ساتھ جا کر کھڑی ہو گئی۔

صاحب جی میں بنا دوں؟؟ اس کی آواز لڑکھڑانے لگی۔

نہیں بس کھانا تیار ہے تم آخر میں چائے بنا دینا میں تھوڑی دیر میں تمہارے لیے کپڑے لے آؤں گا تم نے گھر سے باہر نہیں نکلنا۔

حاذقہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

ادلال اپنا کھانا اٹھائے کمرے میں آگیا جب کہ حاذقہ وہی بیٹھ کر کھانے کا کام کم اور رونے کا زیادہ کر رہی تھی پھر اس نے چائے بنائی کھانے کے بعد وہ قریبی بازار سے اس کے لیے تین سوٹ لے آیا۔

حاذقہ نے اس میں سے ایک سوٹ نکالا جو وائٹ ٹراؤزر اور نیلے کلر کی گھٹنوں تک آتی قمیض پر مشتمل تھا۔

اتنی سردی میں بھی وہ اس کے ڈریس کے ساتھ کر نکل کا دوپٹہ لے آیا تھا شاید اسے کپڑے لینے کا کچھ بھی تجربہ نہ تھا۔ لباس پہننے کے بعد اس نے خود کا معائنہ کیا وہ آج خوبصورت لگ رہی تھی بہت دل کش اس نے بہت کوشش کی کہ وہ اس دوپٹے کو سنبھال سکے مگر اس کی پہنچ سے باہر رہا اکتاتے ہوئے اس نے وہ دوپٹہ اتار کر پہلے والی شال اٹھا کر اپنے گرد لپیٹ لی۔

اس کے بعد وہ دوبارہ کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی تھوڑی دیر بعد اد لال نے اس کے دروازے پر دستک دی۔

جی صاحب۔

وہ بہت فرمانبرداری سے اس کے سامنے سر جھکا کر کھڑی ہو گئی۔

حاذقہ! میں نے کبھی ماں کا پیار نہیں پایا تمہاری اماں کا ہاتھ میرے سر پر رکھتے ہیں مجھے ماں کی شفقت کا احساس ہوا۔ میرا دل آج تک سب جذبات سے عاری تھا مگر اب نہیں میں نے ان سے کہا ہے کہ میں تمہارا خیال رکھوں گا۔

میں تمہیں کسی اور کو نہیں سوئپ سکتا اور بغیر کسی رشتے کے میں تمہیں اپنے پاس بھی نہیں رکھ سکتا میں تم سے نکاح کروں گا اگر تمہیں اعتراض ہو تو مجھے بتا دینا میں گھر پر ہی ہوں۔

حاذق نے سر اٹھا کر اسے دیکھا مگر وہ مڑ چکا تھا وہ اس کی پشت دیکھتی رہ گئی اس کے پاس اور کوئی راستہ نہیں بچا تھا اور کوئی سہارا نہیں تھا وہ صحیح کہہ رہا تھا وہ بغیر کسی رشتے کے کیسے غیر محرم کے ساتھ رہ سکتی تھی۔

سارا دن گزر چکا تھا وہ اسی کچن میں بیٹھی آگ جلا رہی تھی چولہے پر اس نے دال میتھی کا سالن چڑھا رکھا تھا سفید شلوار قمیض میں وہ گیلے بالوں کے ساتھ وہاں آیا تم نے مجھے اب تک کچھ نہیں کہا تمہاری چپ کو میں ہاں سمجھ چکا ہوں یقیناً تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ایک ہاتھ سے وہ قمیض کے بازو اوپر چڑھا رہا تھا اس نے بامشکل گلے سے آواز نکالنا چاہی۔ آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں؟؟ کیا مجھے قبول کر لیں گے؟

وہ پتہ نہیں کیا پوچھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

شاید تم نے خود کو کبھی دیکھا نہیں کون کم بخت تمہیں قبول نہیں کرے گا۔۔۔۔؟

حافظہ نے نفی میں سر ہلایا تو وہ باہر چلا گیا۔

واپسی پر اس نے گروہ سری کا کچھ سامان لیا ہوا تھا وہ رات بھی اسی طرح گزری خاموش اور اداس اگلی صبح سب سے پہلے وہ زوار سے ملنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

○○○○○○○○○○○●○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

موجوده صورت حال:

وہ ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑا بالوں میں کنگھی پھیر رہا تھا پھر اس نے ڈریسنگ مرر کے ڈرا سے بلیک کلر کی ریسٹ وائچ نکالی وہ ہمیشہ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں ہی پہنتا تھا وہ بلیک شلوار قمیض میں ملبوس تھا یہی وجہ تھی کہ سینکڑوں گھڑیوں کے درمیان اس نے بلیک وائچ کا ہی انتخاب کیا تھا اب وہ کف کے بٹن بند کر رہا تھا دروازہ کھلنے کے آواز پر اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔

تیار ہو تم۔۔

سراج خان نے داخل ہوتے ہی کہا۔

جی بابا جان بس دو دن میں ہی اب وہ پانچوں کارخانے آپ کے قدموں میں ہونگے۔ زوار نے بڑے یقین سے کہا تھا۔

میں جانتا ہوں زوار تم نے کہا ہے تو کر کے بھی دکھاؤ گے فلحال ہم اسی مقصد پر دھیان دیتے ہیں وہ والا معاملہ ابھی دور رکھتے ہیں جس طرح سے تم ان کو سڑک پر لائے ہو وہ اب ہمارے راستے میں آنے کی کوشش نہیں کریں گے۔

سراج خان کی اتنے فخر سے کہنے پر اس نے ہاں میں گردن ہلائی۔

زوار یہ معاملہ خیر سنگین ہے تمہیں یہ فائلز پولیس کی نظروں سے ہر حال میں بچانی ہوں گی اور اس دوران تم کسی کو قتل نہیں کرو گے تمہارا چھوٹا سا قدم ہمیں مصیبت سے دو چار کر سکتا ہے۔

جانتا ہوں بابا۔ پر گارنٹی نہیں دے سکتا کہ اگر کسی نے ٹانگ اڑانے کی کوشش کی تو وہ زندہ بچ سکے گا مگر میں کوشش کروں گا۔

سراج خان نے مسکراتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

شاباش زوار تمہاری یہی دہشت میرا غرور ہے اب تم جاؤ اور میرے رابطے میں رہنا کہنے کے بعد سراج خان باہر نکل آیا۔

زوار نے بیڈ پر پڑی شال اٹھا کر کندھوں پر اوڑھی ڈریسنگ ٹیبل سے موبائل اٹھایا اور ساتھ ہی گاڑی کی چابی۔ سیڑھیاں اتر کر وہ نیچے آیا حارب اس کے انتظار میں لاونچ میں بیٹھا تھا اسے دیکھ کر فوراً کھڑا ہوا۔

دونوں راہداری سے باہر نکلے زوار نے حارب کو چابی تھمائی تو اس نے پورچ سے گاڑی نکالی فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولتے وہ حارب کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا گیٹ سے گاڑی باہر نکالنے کے بعد وہ منزل کی طرف روانہ ہوئے۔

oooooooooooooooooooooooooooo

مہروش نے آج صبح سے رو رو کر برا حال کیا ہوا تھا کیونکہ آج اس کی زندگی کا پہلا مجرہ ہونے والا تھا آج وہ طوائف کا کردار ادا کرنے والی تھی اس نے کتنی دعائیں مانگی تھی کہ کوئی معجزہ ہو اور وہ یہ کردار ادا نہ کر سکے مگر کوئی معجزہ نہیں ہوا تھا اسے کوئی بچانے والا

نہیں تھا۔ وہ جس کے آسرے آج تک جیتی آئی تھی وہ صرف اس کی ماں تھی اور کیا وہ اتنی کمزور تھی کہ اسے اس دلدل سے نہیں نکال سکتی تھی۔

رونا دھونا بند کرو تم رو رو کر آنکھوں کے نیچے حلقے پڑ گئے تو تمہاری خوبصورتی میں کمی آ جائے گی اور اگر تمہاری خوبصورتی نوابوں کو پسند نہ آئی تو عشبہ بائی کو کتنا زیادہ مالی نقصان ہو جائے گا سوچا بھی ہے تم نے؟

ارملہ اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کے لمبے لمبے ناخن کو مزید سنوارنے میں لگی تھی۔

آپا کیا اب میری حالت سمجھنے سے قاصر ہیں کیا سب کو ان کی غلامی کرنی آتی ہے یہاں کوئی اپنے حق میں کیوں نہیں بول سکتا آخر کیا قصور ہے میرا؟؟؟

قصور تمہارا نہیں تمہاری خوبصورتی کا ہے کس نے کہا تھا اتنا حسین پیدا ہونے کے لیے ذرا سانولی ہوتی تو عشبہ بائی تمہیں خود ہی اٹھا کر باہر پھینک آتی۔

ارملہ نے آنکھوں کو گھماتے ایک ادا سے کہا اور پھر واش روم میں فریش ہونے چلی گئی مہروش شیشے کے سامنے کھڑی خود کو بغور دیکھ رہی تھی اس کا دل کر رہا تھا وہ اپنے چہرے

[illegible]

کیا ہوا فون نہیں اٹھا رہے؟

آخر کار وہ بھی گاڑی سے باہر نکل آیا۔

بتائیے آگے کیا کرنا ہے پولیس نے تو ناکہ بندی لگا رکھی ہے۔

زوار میں جانتا ہوں میں تمہیں ایک لوکیشن سینڈ کر رہا ہوں تم گاڑی کو وہی سے موڑ کر اس جگہ چلے جاؤ آج رات تم وہیں رہو تمہیں وہاں کوئی مسئلہ نہیں آئے گا وہ سیو جگہ ہے پولیس والے وہاں آنے کا سوچ بھی نہیں سکیں گے۔ سراج خان نے اسے ایک لوکیشن بھیجی تو انہوں نے اسی ڈائرکشن میں گاڑی موڑ لی۔

وہ تقریباً 45 منٹ کا سفر تھا جو انہوں نے طے کیا تھا اب وہ ایک عمارت کے سامنے کھڑے تھے وہ چار منزلہ عمارت تھی لائننگ سے سچی ہوئی شروع میں ہوں تو انہیں لگا شاید کوئی شادی والا گھر ہے اور پھر اچانک ہی انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ بازار حسن کا طوائف خانہ ہے۔

عشبہ بائی ان کا استقبال کرنے خود باہر تک آئی تھی وہ سراج خان کو شاید اچھی طرح جاننے والی تھی زوار نے ان کے گرم جوشی پر زیادہ دھیان نہ دیا میدان میں گاڑی کھڑی کرنے کے بعد وہ عشبہ بائی کے ساتھ اندر آئے۔

اندر کا ماحول مردوں سے کچا کھچ بھرا ہوا تھا زوار کا دل کیا وہ دو منٹ سے بھی پہلے وہاں سے چلا جائے۔

عشبہ بائی نے ایک بڑے صحن میں ان کو بٹھوایا ایک کنیز نے ان کے سامنے مشروبات لا کر رکھے وہ ایک بڑے صوفے پر بیٹھے تھے فرش پر خوبصورت قالین بچھی ہوئی تھی جو کہ بہت نرم و ملائم تھی صوفوں کو ایک ترتیب میں رکھا گیا تھا جہاں پر بڑے بڑے نواب آ رہے تھے اور بیٹھ رہے تھے ان میں سے زیادہ تر مرد ادھیڑ عمر کے تھے۔

oooooooooooooooooooooooooooo

زوار نے اپنی قمیض کی جیب سے موبائل نکالا اور لاپرواہ تھا اس پر انگلیاں پھیرنے لگا اسی لمحے میں دو مرد اس کے ساتھ والے صوفے پر آ بیٹھے۔ جن میں سے ایک کی عمر 32 کے قریب ہوگی جبکہ دوسرا 45 کا معلوم ہوتا تھا وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے امیر ہونے کا پورا ثبوت دے رہا تھا حارب تو اس ماحول میں جیسے خوب لطف اندوز ہو رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد عشبہ بائی بھی ان کے درمیان آ کر بیٹھ گئی۔

اور سنائیں عاتم کیا خیال ہے آج آپ اپنی نواب شاہی کو برقرار رکھ سکیں گے یا نہیں۔۔

عشبہ بائی نے اس 45 سالہ آدمی کو مخاطب کیا جس کا نام شاید عاتم تھا۔

کوئی شک ???

پورے ایک مہینے سے ہم اس حسن کا انتظار کر رہے ہیں ہم دیکھنا چاہیں گے کہ آخر کیا بات ہے اس لڑکی میں جس کی ڈیمانڈ آپ نے سب سے زیادہ رکھی ہے اس نے سامنے مرر کی میز پر سے شراب کی بوتل اٹھالی۔

ہاں کیوں نہیں۔

عین ممکن ہے کہ آپ اس کو خریدنے کے قابل نہ رہے عشبہ بائی نے جیسے اسے وارنگ دی تھی۔

بھولیں مت عشبہ بائی ہم نواب عاتم شاہ ہیں یہاں پر کسی نوجوان میں اتنی جرات نہیں ہے کہ کوئی عاتم شاہ کے مقابلے میں اتر سکے۔ شراب گلاس میں انڈیلنے کے بعد اس نے اپنے لبوں سے لگایا۔

زوار اب تو میں بھی دیکھنا چاہوں گا اس حسن کی دیوی کو جو سارے نواب آج مقابلے پر اترے بیٹھے ہیں۔

حارب کی آواز پر زوار نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا پھر اس نے گردن موڑ کر عاتم کو دیکھا ایسا نہیں تھا کہ وہ سانولی رنگت کا تھا وہ چٹا گورا ضرور تھا مگر حسین پھر بھی نہیں تھا۔

تھوڑی دیر بعد عشبہ بائی وہاں سے اٹھ کر چلی گئی اور پھر دس منٹ کے وقفے کے بعد وہ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے نظر آئی۔ اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی پاؤں کو چھوتے لہنگے میں اس کے پاؤں پائل جیسی زنجیروں میں قید تھے اس کا چہرہ گھونگٹ میں ڈھکا ہوا تھا اس کی زلفیں کھلی تھی ہاتھ چوڑیوں سے بھرے ہوئے تھے اس کا چہرہ روشن اداس تھا اس کی بھوری سنہری کانچ جیسی آنکھوں میں بھی نمی اتر رہی تھی مگر اسے کنٹرول کرنا تھا اسے رونا نہیں تھا وہ بہت مایوس سی چل رہی تھی۔

عشبہ بائی اس کا ہاتھ تھامیں اسے نیچے لائی۔ ایک صوفے پر اسے بٹھایا اور خود بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئی آخر کار ہر کسی کا انتظار ختم ہوا۔ عشبہ بائی نے اس کی قیمت لگانا شروع کر دی وہ کوئی چیز تو نہیں تھی پھر وہ کیوں بکنے جا رہی تھی اسے لگا وہ کبھی نہیں اٹھ پائے گی۔

پانچ کروڑ!!!!

نوابوں کے ایک مجمعے سے کسی نے صدا لگائی۔

پانچ کروڑ ایک!!!!

عشبہ بائی نے صدا لگائی کہ اگلے لمحے 10 کروڑ کی آواز آئی یہ سلسلہ کچھ دیر یوں ہی چلتا رہا جب ان میں سے کسی نے کہا کہ پہلے ہمیں اس کا چہرہ دکھایا جائے۔

عشبہ بائی نے اس گھونگھٹ کو سرے سے ہی اتار دیا اس نے قرب سے آنکھیں میچ لی یہاں کوئی اس پر ترس کھانے والا نہیں تھا سب اس کے خریدار بیٹھے تھے۔

25 کروڑ!!!!!!!

اس بار گونجنے والی آواز عاتم شاہ کی تھی۔

مجھے میں بیٹھے ہر مرد نے اسے مڑ کر دیکھا تھا وہ واقعی بہت بڑی رقم تھی کچھ منٹ تک کوئی نہ بولا۔

دیکھا کہا تھا نا نواب عاتم شاہ کو جھکانا مردوں کا کام ہے نہ مردوں کا نہیں۔

زوار نے غصے سے مٹھیاں بھیجنے لی وہ سب کو نا مردوں کا خطاب دے چکا تھا جبکہ نامرد والی بزدلی وہ خود کر رہا تھا۔

25 کروڑ۔۔ ایک!!!!!!!

25 کروڑ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔!!!!!!

عشبہ بانی دائیں ہاتھ کی انگلیاں اٹھاتے جیسے اختتام کو تھی۔

90 کروڑ!!!!!!

یہ آواز اس کے کانوں کی سماعت سے ٹکرائی تو اٹھنے والے آنسو گال تک آ پہنچے آخر کون تھا جو اس کی اتنی بڑی قیمت لگا رہا تھا۔

عشبہ بانی زوار کو حیرت اور بے یقینی سے دیکھ رہی تھی۔

ہوا میں اٹھتی اس کی تیسری انگلی وہیں ساکن رہ گئی تھی۔

90 کروڑ ایک۔۔۔۔۔

90 کروڑ دو۔۔۔۔۔

90 کروڑ تین۔۔۔۔۔

مبارک ہو خان بابا یہ خوبصورت حسینہ آپ کی ہوئی۔

○○

عشہ بانی چل کر زوار کے پاس آئی۔

واہ خان بابا آخر ماننا پڑے گا آپ کو۔

نوابوں کو شکست دی بازی جیت گئے آپ۔

عشہ بائی کے کہنے پر زوار نے عاتم کی طرف دیکھ کر فخریہ مسکرایا۔

عاقبت لمحہ بھر بھی وہاں نہ رکا اور وہاں سے چلا گیا۔

آپ چاہیں تو اس کا حسن دیکھ سکتے ہیں۔

عشہ بانی نے زوار کو مخاطب کیا زوار نے نفی میں سر ہلایا۔ جیسا آپ کو ٹھیک لگے وہ آپ کی چیز ہے آپ جب چاہیں اسے دیکھ سکتے ہیں۔

اسبات میں سر ہلاتے وہ حارب کے ساتھ ایک کمرے میں آگیا۔

مہروش کو واپس اس کے کمرے میں لایا گیا جہاں پر عشبہ بائی اسے ہدایات دے رہی تھی کہ اسے اب خان بابا کی کنیز بن کر ہی رہنا ہوگا ورنہ اپنے انجام کی ذمہ دار وہ خود ہوگی ساتھ میں خان بابا کے کچھ چرچے بھی اسے سنا رہی تھی۔

اس سے بڑی جہنم اور کیا ہوگی دہشت گردوں کے خلاف وہ لڑنے کا سوچتی تھی آج وہ اسی کی رکھیل بن کر جا رہی تھی اس کا خواب ٹوٹ چکا تھا وہ واقعی یہ ایک طوائف ثابت ہوئی تھی کوئی نہیں تھا اس کو بچانے والا بھیڑیے کی شکل میں انسان تھے جو بس اس کا حسن نوچنا چاہتے تھے اسے پوری رات عذاب لگنے لگی تھی۔

oooooooooooooooooooooooooooooooo

ٹھنڈ میں آج بھی کوئی کمی نہیں آئی تھی شاید یہی وجہ تھی کہ کمبل کی گرمائش میں اسے سکون کی نیند آرہی تھی اور ابھی تک اس کی آنکھ نہیں کھلی تھی ادلال سارا کھانا تیار کر چکا

تھا اس نے کافی دیر اس کا انتظار کیا وہ اسے جگانے نہیں آیا اس نے اکیلے ہی کھانا کھایا اس نے آج کام کی تلاش میں باہر نکلنا تھا۔

کھانا کھانے کے بعد وہ برتن سمیٹ رہا تھا جب وہ بھی وہاں آئی۔ حاذقہ میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔

ادلال نے اس کو دیکھے بغیر اسے مخاطب کیا۔

جی صاحب۔۔ اسکا کا گلا خشک ہونے کو تھا نا جانے وہ کیا پوچھنا چاہتا تھا۔ تمہارا ان لوگوں سے کیا لینا دینا تھا مطلب ایسا کیا ہوا جو وہ تمہیں سزا کے طور پر وہاں لے گئے ادلال کی بات پر اس نے سر جھکا لیا۔

دیکھو میں تم سے آج نکاح کرنے جا رہا ہوں۔ میرا پورا حق ہے میں تمہارے بارے میں جانو تم مجھے غلط مت سمجھو لیکن اگر کل کو کوئی مسئلہ ہوا تو میں ہینڈل کر سکوں اور اگر تم مجھے انجان رکھو گی تو میں تمہاری خاطر کسی سے نہیں لڑ سکوں گا۔

اب وہ سارے برتن سمیٹ چکا تھا۔

صاحب جی مجھے کسی سیکریٹ ایجنسی نے ان کی حویلی سے کچھ فائلز لانے کو کہا تھا انہوں نے مجھے کافی پیسے دینے کا کہا۔ آپ یہ مت سوچیے گا کہ مجھے پیسوں کی لالچ تھی میری امی کے علاج کے لیے مجھے پیسوں کی ضرورت تھی کاش میں یہ کام ذرا احتیاط سے کرتی تو ان کی نظروں سے بچ جاتی مگر وہ جو لمبے کوٹ والی میڈم تھی۔ وہ بہت ظالم تھی اس نے مجھے بہت مارا تھا۔

اچانک ہی حاذقہ کو بہت زیادہ رونا آیا ادلال کا دل کیا پہلے وہ خود کو تھپڑ لگائے کہ اس نے کیوں پوچھا اس سے۔

اچھا کوئی بات نہیں حاذقہ پلیز تم رونا بند کرو رہی بات اس کی تو وہ میڈم نہیں ڈائن ہے جتنے ظلم اس نے تم پر کیے ہوں ان سب کا حساب دے گی وہ۔۔۔ فی الحال تو وہ اس قابل ہی نہیں رہی کہ کھانا تک خرید کر کھا سکے تم شام میں ریڈی رہنا میں مولوی کو ساتھ لے کر آؤں گا اور اب روتی نہ رہنا میں نے کچن میں سامان رکھا ہے تو کچھ اچھا سا بنا کے رکھنا مگر اس سے پہلے تم کھانا کھا لو۔۔۔

حاذقہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ ادلال کورٹ پہن کر گھر سے باہر نکل آیا تو اس نے گیٹ کی کنڈی لگا دی۔

oooooooooooooooooooooooooooooooo

امی جان کیا آپ مجھ پر یہ ظلم ہونے سے روک نہیں سکتی اے خدایا میں کیا کروں۔۔۔

آج صبح صبح ہی راین بیگم سے جگانے آئی تھی کہ وہ تیار ہو سکے کیونکہ کچھ ہی دیر میں زوار نے وہاں سے نکلنا تھا۔ مہروش اپنی امی کے سامنے نہ جانے کتنی بار ہاتھ جوڑ کر منتیں کر چکی تھی مگر سب بے سود وہ گھٹنوں میں سر دیئے کب سے روئے جا رہی تھی۔

امی کیا مرنے کے علاوہ میرے پاس کوئی اور راستہ نہیں ہے؟

مہروش نے بے یقینی سے اپنی ماں کی طرف دیکھا۔

ہے مہروش ایک راستہ ہے۔ اگر تم نوے کروڑ عشبہ بائی کو دے سکتی ہو تو دے دو اور ہو جاؤ آزاد مگر تم جانتی ہو مہروش ہم تو ان کو ایک لاکھ بھی نہیں دے سکتے 90 کروڑ کہاں سے لا کر دے۔۔۔

رایمن بیگم اس کا ہاتھ تھامے بہت نرمی سے اسے سمجھا رہی تھی امی آپ نے سنا نہیں وہ دہشت گرد ہے ایک ظالم ترین درندہ اس کے پاس تو کوئی دل نہیں ہوگا میں کیسے اس سے محبت کر سکوں گی۔ مہروش کو ایک دن سے لگنے لگا کہ کمرے کی چھت اس پر گر چکی ہے وہ تو ظلم کے خلاف لڑنے کا سوچتی تھی مگر یہاں تو وہ کسی درندے کی غلام بن کر جانے والی تھی۔ وہ واقعی ایک درندہ تھا احساس نام کی کوئی چیز اس میں نہیں پائی جاتی تھی۔ رایمن بیگم اسے کپڑے تھماتی باہر آگئی۔

○○

زوار اور ہارب آگے جب کہ مہروش پچھلی سیٹ پر بیٹھی بس آنسو بہانے کا کام کر رہی تھی
 راین بیگم کی ایک غلطی کی وجہ سے آج ان دونوں ماں بیٹیوں کو پورے معاشرے میں
 ذلیل ہونا پڑ رہا تھا۔

[illegible]

یہ تم کہاں لے کر جا رہے ہو؟

زوار نے ہارب کو مخاطب کیا۔

کیا مطلب حویلی جا رہے ہیں نہ ہم؟؟؟!!!

حارب نے نارملی لہجے میں جواب دیا۔

دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا بیوی لایا ہوں کیا جو اسے لے کر حویلی پہنچ جاؤں میں۔۔۔
شرافت سے گاڑی پیچھے لو اور اس پرانے گھر کی طرف لے چلو۔۔۔

زوار کے کہنے پر حارب نے پرانے کھنڈر جیسے گھر کی طرف گاڑی موڑ لی تھوڑی دیر بعد وہ
اس گھر کے سامنے کھڑے تھے۔

سنو لڑکی تم اس گھر میں رہو گی۔ نکلو گاڑی سے باہر اور اس گھر میں کسی ایرے گھرے کو
گھسانے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ کھال ادھیڑ دوں گا تمہاری۔۔۔

زوار کے لہجے میں اس قدر دہشت تھی کہ مہروش کو لگا وہ واقعی اس کی کھال ادھیڑ دے گا
وہ فٹاٹ گھٹ کھول کر باہر نکل آئی۔

گاڑی کا شیشہ نیچے کرتے زوار نے چابی اس کی طرف اچھالی تھی جو سیدھا اس کے منہ پر جا
لگی تھی اس نے جھک کر نیچے سے وہ چابی اٹھائی۔ وہ اب وہاں سے جا چکے تھے جب کہ
مہروش دروازہ کھول کر گھر میں داخل ہوئی۔

oooooooooooooooooooooooooooo

حویلی تک پہنچنے کے لیے ان کو 20 منٹ کا سفر اور طے کرنا تھا زوار لا پرواہ سا سڑک کے کنارے اونچے قد آور درخت دیکھ رہا تھا اسے محسوس ہوا کہ حارب بار بار اس کی طرف دیکھ رہا تھا اس نے یک دم اپنی نظریں سامنے رکھی۔

پوچھو۔۔۔

کیا؟؟؟

حارب کو حیرت ہوئی۔

وہی جو تم پوچھنا چاہتے ہو۔

مختصر جواب دیتے اس نے نظر واپس اسی جانب موڑ لی۔

زوار اب تم اس لڑکی کا کیا کرو گے؟ حارب نے جیسے ڈرتے ہوئے پوچھا تھا۔

کیا عورت اتنی طاقتور ہوتی ہے کہ وہ کسی کا بھی دماغ خراب کر سکتی ہے؟

کیا مطلب؟ حارب کو اس کے جواب کے کچھ سمجھ نہیں آئی تھی۔

مطلب یہ کہ اب ہمارے پاس اس کے سوا اور کوئی موضوع نہیں ہے بات کرنے کے لیے

زوار میرا وہ مطلب نہیں تھا آخر تم اس کو ایسے تو نہیں چھوڑ سکتے نا۔

اب تم چاہتے ہو کہ میں اس کے پاس جاؤں اس کا گھونگھٹ اٹھاؤں اور اس کے پاؤں چوموں اور ایک حرام ترین رشتہ قائم کر لوں کیا تم مجھے نہیں جانتے۔ حارب مجھے کسی سے کوئی لینا دینا نہیں ہے اس لڑکی سے تو ہرگز نہیں میری بلا سے بھاڑ میں جائیں اور اگر تم نے اس کا ذکر کیا تو اپنی حالت کے ذمہ دار خود ہو گے اگر اس لڑکی کے علاوہ تم کوئی بات نہیں کر سکتے تو تمہارے حلق سے اب آواز نہ نکلے۔

اس کے بعد حارب نے اپنا سارا دھیان صرف ڈرائیونگ پر رکھا اسے مہروش پر بہت ترس آ رہا تھا وہ جانتا تھا وہ کیوں سارا راستہ روتی آئی ہے۔ طوائف کے نام پر وہ معصوم سی جان تھی حارب کی نظر میں اس کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہوا تھا جو کہ تھا بھی سہی۔۔۔۔۔ اگر اس کے بس میں ہوتا تو وہ زوار سے کہتا کہ یا اس سے نکاح کر لے یا پھر اسے آزاد چھوڑ دے مگر وہ موت کو بلاوا نہیں دینا چاہتا تھا۔

شام ڈھل رہی تھی آسمان سے دھند نیچے گر رہی تھی جس کی وجہ سے ابھی سے رات کا منظر چھانے لگا تھا وہ دونوں چولھے کے گرد بیٹھے تھے سردی کو کم کرنے کے لیے وہ آگ کی گرمائش میں بیٹھے تھے تھوڑی دیر پہلے ہی ان کا بہت سادگی سے نکاح ہو چکا تھا۔ حاذقہ تب سے لے کر اب تک با مشکل سے سانس ہی نکال سکی تھی اس نے ایک نظر بھی ادلال کو ابھی تک نہیں دیکھا تھا اور جب اسے محسوس ہوتا کہ ادلال اسے اپنی نظروں کے حصار میں لیئے بیٹھا ہے تو وہ سر سے چادر کا پلو آگے کرتی کبھی کندھے کے گرد لپیٹتی تو کبھی سر پر اچھی طرح لپیٹ تھی وہ یہ عمل کوئی ہزار مرتبہ دہرا چکی تھی۔

حاذقہ!! ادلال نے بے اختیار اسے پکارا۔

جی جی صاحب اس نے بمشکل آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر واپس نظریں جھکا لی۔

کیا اب بھی میں تمہارے لیے کوئی غیر ہوں۔۔۔

حاذقہ نے نفی میں سر ہلایا۔

شوہر صاحب جی!!! حاذقہ کے جواب پر وہ دل کھول کر ہنسا اس نے حیرت سے ادلال کے چہرے پر دیکھا ادلال شاید آج پہلی بار ہنسا تھا عدلال کے چہرے پر دیکھتے ہی وہ بھی مسکرائی اس کو مسکراتا دیکھ کر اس کو اور زیادہ خوشی ہوئی۔

حاذقہ نے گردن کو جھنجھلاتے اسبات میں اشارہ کیا۔

ادلال اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔

حاذقہ ابھی تک بھی اس لکڑی سے بنی چوکی پر بیٹھی تھی ادلال نے اپنا دایاں ہاتھ اس کی جانب بڑھایا۔

حاذقہ نے گردن اونچی کر کے اسے دیکھا پھر اس کے ہاتھ کو۔۔

تھام لو میرا ہاتھ یقین رکھو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔

تم اپنے سارے حسن کو چادر میں قید کر کے رکھتی ہو سچ پوچھو تو بہت اچھی لگتی ہو مگر میں تمہارا محرم ہوں۔ میرے سامنے مت گھبرایا کرو شوہر اپنی بیوی کا محافظ ہوتا ہے میں بھی رہوں گا۔۔۔۔

کسی زباں میں بھی وہ لفظ ہی نہیں

کہ جن میں تم ہو کیا تمہیں بتا سکوں

میں اگر کہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تم سہ حسین

کائنات میں _____ کہیں ہے نہیں

oooooooooooooooooooooooooooo

سراج خان کو اس کی فائلز تھمانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آگیا کھانے سے وہ پہلے ہی انکار کر کے آیا تھا فریش ہونے کے بعد اس نے ہیٹر آن کیا اور بیڈ پر آکر لیٹ گیا اس نے ایک بازو سر کے نیچے ٹکائے اور دوسرا ہاتھ پیٹ پر رکھے ہیٹر کی گرمائش کی وجہ سے اسے جلد ہی پر سکون نیند آگئی۔۔۔۔

oooooooooooooooooooooooooooo

وہ کافی دیر سے اس گھر میں ٹہل رہی تھی وہ گھر چھوٹا تو نہیں تھا وہ چار کمروں کے ساتھ ایک کھلے صحن پر مشتمل تھا اسے شروع میں لگا کہ وہ آرام سے یہاں رہ سکتی ہے مگر ایسا نہیں تھا اس نے باری باری تمام کمروں کو چیک کیا دیوار میں لکڑیوں سے بنی الماریوں کے علاوہ وہاں کچھ بھی نہیں تھا ٹھنڈ کی وجہ سے اس کے ہونٹ نیلے سرخ اور جسم پتھر کا ہوتا جا رہا تھا نہ تو اسے سونے کے لیے کوئی جگہ مل رہی تھی اور نہ بیٹھنے کو۔۔۔

فرش پر بے تحاشہ دھول کی وجہ سے اسے کھانسی شروع ہو گئی وہ پانی کی تلاش میں کچن میں آئی اس نے ایک ایک کر کے نل کھولی مگر ان کو جیسے زنگ لگ چکا تھا جتنا پانی اس کی آنکھوں سے بہہ رہا تھا اگر اس کا ایک حصہ بھی اسے پینے کے لیے مل جاتا تو اسے اتنی تکلیف نہ ہوتی۔

اتنی دیر میں اسے اتنا تو اندازہ ہو چکا تھا کہ خان بابا کو اس سے کوئی لینا دینا نہیں تھا وہ اسے خرید کر لایا تھا پھر وہ کیوں اس کے پاس نہیں آیا تھا اگلے ہی لمحے اس نے سر جھٹک دیا۔ کیا اس کے لیے یہ بہتر نہیں تھا کہ وہ وہاں نہیں تھا۔۔۔۔۔

نڈھال سی حالت میں وہ کچن سے باہر آگئی وہ صحن میں آئی جس کے کونے میں کھڑی ہو گئی پھر اسے پہلی تنکوں والی کچھ گھاس نظر آئی وہ اس سوکھے گھاس کو اٹھا کر ایک کمرے میں لائی اور زمین پر تہہ لگا دی۔

اگر اس دنیا میں سب سے زیادہ خود غرض کوئی چیز ہے تو وہ انسان کا پیٹ ہے وہ خوشی غم یا جیسی مرضی تکلیف میں ہو اس کے پیٹ کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی اسے جب خوراک کی طلب ہو تو مطلب اسے چاہیے۔

○○

وہ ایک خوبصورت سرفراق پہنے گھوم رہی تھی جب اسے اپنی امی کی آواز سنائی دی۔

مہروش ادھر آؤ میرا بچہ۔۔۔

رامین بیگم نے دونوں بازو پھیلائے اور چار سال کی معصوم سی بچی ان کے سینے سے آ لگی۔۔۔

رامین بیگم نے اس کے دونوں گال باری باری چومے۔

مما کیا آپ کہیں جا رہی ہیں۔

ہاں بیٹا میں آ جاؤں گی آپ نے گھبرانا نہیں ہے۔

مما کیا آپ ڈانس کرنے جا رہی ہیں۔

مہروش نے مسکراتے ہوئے معصومیت سے پوچھا تھا رامین بیگم نے اس سے نظریں چرائی۔

مجھے دیر ہو رہی ہے مہروش چلو اب جا کر سو جاؤ۔

مہروش چپ چاپ کمرے میں آگئی دونوں پاؤں بیڈ سے نیچے لٹکائے وہ مست بیٹھی تھی۔

وہ شروع سے ہی بہت ڈرنے والی لڑکی تھی ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ جب کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔

آ-----مما-----مما-----

وہ زور زور سے چلانے لگی بیڈ سے وہ نیچے اتری اس نے اب رونا شروع کر دیا تھا وہ چھوٹی ہونے کی وجہ سے اس کمرے میں موجود ہر فرنیچر سے ٹکڑے کھا چکی تھی اس کی ہمت نے جواب دے دیا تو آنکھوں نے بند ہونا شروع کر دیا۔

مہروش-----مہروش--- اٹھو بیٹا۔---

آنکھوں کے سامنے سے اندھیرے کا منظر غائب ہوا وہ اٹھ کر رامین بیگم سے لپٹ گئی۔

مما۔۔۔۔۔مما۔۔۔۔۔اندر پھیرا۔۔۔۔۔

مما بہت اندھیرا تھا میں ڈر گئی تھی ممما، میرے پاس کوئی بھی نہیں تھا۔ ممما اب میں کبھی بھی اکیلے نہیں رہوں گی۔ وہ ان کے گلے میں باہیں ڈالے رو رہی تھی۔

میری بچی اندھیرے سے کیوں ڈرتی ہو اندھیرے کے بعد روشنی کا پیدا ہونا ضروری ہو جاتا ہے ڈرنا تو روشنی سے چاہیے جو ہمیں اس قدر بزدل بنا دیتی ہے کہ ہم آنے والے اندھیرے کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

مگر مہروش ایک بات یاد رکھنا اندھیرا انسان کی ہمت بڑھاتا ہے انسان کو اپنے رب پر یقین ہونا چاہیے وہ اندھیرے کے بعد اجالا پیدا کرنے پر قادر ہے اور اب تم رونا بند کرو۔

اچھی بچیاں صرف اپنے رب کے سامنے روتی ہیں اس کے بندوں کے سامنے نہیں!!!

[illegible]

ادلال کی فرمائش پر اس نے آج آتش گلابی رنگ کا فراک پہن رکھا تھا اور ساتھ ہی چوڑی دار پاجامہ تھا اور دوپٹہ شیفون کا تھا۔ ادلال وہ ڈریس خود اپنی پسند کا ہی لایا تھا ادلال نے اسے کہا تھا کہ وہ اس ڈریس کے ساتھ اس کا میچنگ دوپٹہ پہنے کیونکہ گھر میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں ہوتا جس سے اعتراض کیا جاسکے۔

بات سنئیے!!!!

وہ تیار سی سچ دھج کے اس کے سامنے آئی۔

جی سنائیے!!! ادلال نے منہ سے کمبل ہٹا کر کہا تھا وہ شرما سی گئی۔

ناشتے میں کیا بناؤں آپ کے لیے؟؟؟

کیا تمہیں بھوک لگ گئی ہے؟؟؟

نہیں پر آپ کو تو لگی ہوگی نا۔۔۔

نہیں مجھے نہیں لگی تم سارا سامان پیک کرو ہم آج یہاں سے چلے جائیں گے۔

کہاں۔۔۔ حاذقہ کو شدید جھٹکا لگا۔

ادلال نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے قریب بٹھایا۔

ایسا نہیں ہے کہ میں تمہیں بہتر زندگی نہیں دے سکتا یہاں تو میں بس اپنی مرضی سے رہ رہا تھا مگر میں نہیں چاہتا کہ تم اس گھر میں گزارے لائق زندگی گزارو اب وقت آگیا ہے میں تمہیں اپنے گھر میں لے جاؤں جہاں کے دہلیز تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔

چلو شاباش اب جاؤ اور ریڈی کر لو سامان۔

اس کے ہاتھ پر نرمی سے بوسہ دیتے وہ واپس لیٹ گیا وہ شرماتی اور مسکراتی اپنے کام میں لگ چکی تھی۔

oooooooooooooooooooooooooooo

حارب کو تو پوری رات مہروش کی فکر لگی رہی تھی وہ جانتا تھا وہ گھر رہنے کے لائق ہرگز نہیں تھا وہ کیسے رہی ہوگی۔ وہ صبح ہی صبح ہی زوار کو بتائے بغیر مہروش سے ملنے گیا تھا مگر اسے زمین پر پڑا دیکھ کر اس کے ہواس جاتے رہے وہ اسے فوراً ہی ہسپتال لایا وہ ہسپتال کے کوریڈور میں ٹہل رہا تھا موبائل کی رنگ ٹون بجنے پر اس نے فون کان سے لگایا۔

حارب کیا تم اندھے ہو گئے ہو کتنی بار تمہیں کال کر چکا ہوں میں کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ۔

زوار کی گرجدار آواز پر حارب کو سمجھ ہی نہ آیا کہ وہ کیا جھوٹ بولے۔

زوار میں بس آ رہا ہوں بتاؤ کہاں۔۔۔

تمہارے گھر پر ہوں میں جلدی آؤ۔ کہہ کر زوار نے ٹک سے فون بند کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد مہروش روم سے باہر نکلی اس کے حالت بہت خراب لگ رہی تھی اس سے پہلے کہ وہ گرتی حارب اسے بازو سے پکڑ کر تھام چکا تھا اور پھر ویسے ہی اسے گاڑی میں لے آیا۔

گاڑی میں آتے ہی حارب نے اسے جوس کا گلاس پکڑایا جو وہ اسی کے لیے بنوا کر رہا تھا مہروش نے اس کے ہاتھ سے جوس کا گلاس لے لیا۔

دیکھو پلیز رونا مت مجھے لڑکیوں کو چپ کروانے کا بالکل بھی تجربہ نہیں ہے۔

ویسے مہروش میرا نام حارب ہے تم پیار سے مجھے لالا بلا سکتی ہو۔ مہروش نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔

لالہ۔۔ اس نے زیر لب کہا اور ہنسنے لگی۔

ہاں مہروش میری خواہش ہے کہ کوئی مجھے لالہ بلائے اور پھر میں اس کی بہنوں والے سارے لاڈ اٹھاؤں مگر تمہیں اچھا نہیں لگا تو کوئی بات نہیں۔

مہروش نے کہا اور پھر رخ باہر کی جانب موڑ لیا حارب اسے دیکھ کر مسکرایا اسے مہروش بہت اچھی لگی تھی مگر وہ فی الحال اس پر ترس کھانے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

زوار کو وہی چپ لگ گئی جب اس نے حارب کے بغل میں چلتی ہوئی مہروش کو دیکھا اس نے غصے سے مٹھیاں بھیج لی۔

وہ زوار میں مہروش کو ہسپتال لے گیا تھا تم نے ایسے اس کو گھر میں چھوڑ دیا تھا تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا بیچاری کو کچھ ہو جاتا تو مگر تم فکر نہ کرو یہ اب۔۔۔۔۔

زوار نے آگے بڑھ کر اس کی قمیض کا گریبان پکڑ لیا۔

کیا ہوتا مر جاتی۔۔ بس!

مرنے دیتے تم۔ کیا ضرورت تھی تمہیں اس سے ہمدردی دکھانے کی ہماری بلا سے جیئے
مرے بھاڑ میں جائے۔۔

ہمارا اس سے کوئی لینا دینا نہیں ہے اور یہ بات میں تمہیں بار بار نہیں بتاؤں گا۔ پھر اس
نے جھٹکے سے اس کا گریبان چھوڑا۔

زوار اگر تمہیں واقعی کوئی لینا دینا نہیں ہے تو تم اسے چھوڑ دو آزاد کر دو۔

ٹھیک ہے چلی جائے مجھے میرے 90 کروڑ دے اور چلی جائے یہاں سے۔۔۔۔

زوار نے مہروش کو گھور کر دیکھتے کہا۔

میں دے دوں گی۔۔۔۔ آپ مجھے یہاں سے جانے دیں میں جلد آپ کی رقم آپ کو لوٹا

دوں گی مہروش نے بھرپور ہمت جمع کرتے ہوئے کہا تھا۔

کہاں سے دوں گی؟؟ سڑکوں پر ساری عمر مجرہ بھی کرو گی تب بھی اتنی رقم نہیں کما سکو گی۔

تمہیں خرید کر لایا ہوں میں جب کبھی قتل کرنے کو کچھ نہیں ملے گا تو تمہارے پاس ہی

آؤں گا میں۔

اور حارب تم اس سے دھیان ہٹا لو اگر ادلال والی غلطی تم نے دہرائی تو زندہ زمین میں گاڑھ دوں گا۔

پتہ نہیں وہ وہاں کس کام کے لیے آیا تھا اور کس مسئلے میں الجھ کر رہ گیا تھا وہ اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر حارب کے گھر سے باہر لے آیا تھا اسے جس دہلیز پر کچھ تحفظ کا احساس ہوا تھا وہ دہلیز بھی اس سے چھین لی گئی تھی۔

آگے اب کیا ہونا تھا وہ نہیں جانتی تھی وہ ابھی تک اندھیرے میں ہی تھی۔ کیا قسمت اس سے پوری زندگی ایسے ہی در بدر بھٹکاتی رہے گی۔

اب تک اسی معے میں الجھا ہوا ہوں میں

لائی ہے زندگی مجھے کیوں اس جہاں تک

ہوا کے رحم و کرم پر ہوں بے ٹھکانہ سا

جیسے شجر سے ٹوٹا ایک زرد پتہ اڑا ہو ویراں تک

دو معصوم لڑکیوں کی زندگی ایک دم ہی بدل کر رہ گئی تھی ایک نے دوسری دہلیز پر قدم رکھا تو اس کی سوئی قسمت جاگ چکی تھی وہ خوش تھی بہت خوش اور یہ سب ادلال کی وجہ سے تھا اگر وہ اسے نہ اپناتا تو اس کا کیا ہوتا وہ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

اور دوسری طرف مہروش تھی جو ایک دہلیز چھوڑ کر آئی تو زندگی کا ہر پہلو بدل گیا تھا۔ خوش تو وہ پہلے بھی نہیں تھی مگر وہ تکلیف میں تو نہیں ہوتی تھی۔

آؤ باہر!!

وہ گاڑی کا گیٹ کھولے اسے باہر آنے کا کہہ رہا تھا کمزوری کے باعث اس سے ہلا تک نہیں جا رہا تھا۔

زوار نے اس کا بازو پکڑ کر اسے جھٹکے سے باہر کھینچا وہ زمین بوس ہو کر گری۔

پتھریلی زمین پر اس کا ماتھا لگا تھا جو سرخ ہو چکا تھا۔ اور درد کی ٹھیسیں اس کے دماغ کو چیر رہی تھی۔

زوار نے ٹھا کی آواز سے گاڑی کا گیٹ بند کر دیا وہ ابھی زمین سے اٹھی بھی نہیں تھی کہ زوار نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا وہ درد سے کرہا اٹھی اسے لگا ساری ہڈیاں چور چور ہو جائیں گی آنسو تو جیسے کبھی تھے ہی نہیں تھے تو اب بھی بہہ رہے تھے مگر ساتھ چلنے والا دل تو رکھتا ہی نہیں تھا پتھروں کے گھروں میں رہتے رہتے اس کا دل بھی پتھر کا ہو چکا تھا۔

یہی رہو گی تم۔۔۔ کہیں نہیں بھیجوں گا تمہیں۔

میں اسی جگہ کی کچھ بہتری کروا دوں گا صرف اس لیے کہ تم اپنی معصوم شکل بنا کر میرے دوست کا جینا حرام مت کرو اور اگر اس گھر کی دہلیز کو پار کیا تو چلنے لائق تک نہیں چھوڑوں گا تمہیں۔

اتنا کہہ کر وہ مڑ گیا وہ چوکھٹ سے ابھی کچھ فاصلے پر تھا جب اسے اداس سے پکار سنائی دی۔

خان بابا !!

وہ بہت نرم سی پکار تھی اس میں التجا تھی کہ وہ مڑ کر اس کی طرف دیکھے اسے امید تو نہیں تھی مگر یہ معجزہ ہی ہوا تھا۔ زوار نے مڑ کر اسے دیکھا اس کا دل کیا وہ جا کر اس کا

منہ نوچ لے جس نے اسے پیچھے سے آواز دے کر مخاطب کیا تھا اس کے ماتھے کی شکنے ابھری۔

دو آئی برو اچکائے اس نے جیسے "کیا" پوچھا تھا۔

مجھے بھوک لگی ہے۔

اس نے نظریں اوپر کیے کہا اور واپس گردن جھکا لی۔

آؤ آکر مجھے کھا لو۔

زوار نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھور کر کہا جیسے اسے مہروش کی بات زہر لگی ہو واپس رخ موڑے وہ مڑ گیا مہروش نے نیلے آسمان کی طرف دیکھا اور پھر نہ جانے وہ کتنی اذیت کے بعد بھی مسکرا دی۔۔۔

oo

وہ حویلی میں انٹر ہوا تو سراج خان راہداری میں ہی اس کا انتظار کر رہا تھا زوار کو دیکھتے ہی وہ ان کے پاس آئے اور بہت خوشی سے ان کے گلے لگ گئے جدا ہوتے عادتاً اس کے کندھے پر تھپکی دی۔

خدا خیر کرے آج اس خوشی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔

وہ اس کا ہاتھ تھا میں بہت خوشی سے لاؤنج میں لے آئے۔

یہ دیکھو زوار مجھے یقین نہیں آ رہا میں صبح سے ہزار بار اسے دیکھ چکا ہوں مگر آنکھیں یقین ہی نہیں کر پا رہی۔

درمیان میں پڑی ایک بڑی سائز کی شیشے کی ٹیبل پر بہت سے فائلز بکھری پڑی تھی ساتھ ایک لیپ ٹاپ بھی پڑا تھا سراج ایک فائل اٹھائے زوار کو کچھ دکھا رہا تھا۔

یقین کر لیں بابا جان زوار ناممکن کو ممکن بنانا جانتا ہے۔ اب بتائیں یہاں کام کب شروع کرنا ہے؟؟

زوار نے دوسری فائل اٹھائی اور اس کا معائنہ کرنے لگا بس دو دن تک مسٹر چیمبرلین یہاں آجائیں گے اس کے بعد ہم اپنا کام شروع کر دیں گے۔

کہنے کے ساتھ ہی سراج خان نے لیپ ٹاپ اوپن کر کے زوار کی طرف لیپ ٹاپ کا رخ کیا۔

میرا نہیں خیال بابا جان کہ میرے ہوتے ہوئے آپ کو ان سب کی ضرورت ہے۔ لیپ ٹاپ سے نظر ہٹائے بغیر ہی اس نے سراج خان کو مخاطب کیا۔

جانتا ہوں تمہیں ان سب کی ضرورت نہیں ہے مگر باقی نوجوان اس کے بغیر وہ نہیں کر سکتے جو تم کرتے ہو۔ سراج خان نے کہا تو اس نے ہاں میں گردن ہلا دی زوار وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آیا۔ کمرے میں ٹہلتے ہوئے اس نے فون پر ایک نمبر ملایا۔

ہاں ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ بس کچھ رہنے لائق بنا دینا۔

پانی وغیرہ کا انتظام بھی دیکھ لینا۔

نہیں اس کی ضرورت نہیں۔

اس نے کہا اور ساتھ ہی کال بند کر دی۔

oooooooooooooooooooooooooooooooo

ایک حقیقت ہوں اگر اظہار ہو جاؤں گا میں

جانے کس کس جرم کا اقرار ہو جاؤں گا میں

کاٹ لو اب کے مجھے بھی خواہشوں کی فصل پر

زندگی ایک خواب ہے بیدار ہو جاؤں گا میں

رفتہ رفتہ باغ کی سب تتلیاں کھو جائیں گی

اور ایک دن خود سے بھی بیزار ہو جاؤں گا میں

یا تو ایک دن توڑ ڈالوں گا حصار۔۔۔۔۔ آگاہی

یا کسی قصے کا ایک کردار ہو جاؤں گا میں

عکس اندر عکس آتا ہے نظر مجھ کو کمال

کیا کسی دن آئینے کے پار ہو جاؤں گا میں

سنو لڑکی ہم آخری بار بول رہے ہیں دروازہ کھول دو ورنہ ہم زوار کو بلا لیں گے۔

نہیں نہیں مجھے دروازہ کھولنے کی اجازت نہیں پلیز آپ لوگ یہاں سے چلے جائیں۔

گھر کے باہر کھڑے دو آدمیوں نے ایک دوسرے کے منہ پر دیکھا۔

تم زوار کو کال کرو وہی آکر سیدھا کرے گا اسے۔

صحیح کہا خان بابا کے ہوتے ہوئے یہ کسی اور کے حکم کی پابند بنی ہوئی ہے خان بابا تو اسے

جان سے مار ڈالے گا۔

مہروش جو دروازے سے کان لگا کر کھڑی تھی خان بابا کا نام سنتے ہی دروازہ کھول دیا۔ کال ملا تا آدمی کا ہاتھ وہی ساکن ہو گیا۔

سوری سوری پلیز آپ انہیں مت بلائے۔ اس نے اٹکتے ہوئے جیسے التجا کی۔

دیکھو لڑکی ہمیں زوار نہیں بھیجا ہے گھر میں کام کرنے کے لیے اب تم راستے سے ہٹ جاؤ اور ہمیں ہمارا کام کرنے دو۔

پر ابھی تو آپ لوگوں نے کہا کہ آپ خان بابا کو اطلاع کر دیں گے تو آپ زوار کا کہنا کیوں مان رہے ہیں دیکھیں اگر آپ زوار کے کہنے پر آئے ہیں تو چلے جائے خان بابا بہت ظالم ہے مار ڈالے گا آپ لوگوں کو۔۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور بھی بولتی۔ ان آدمیوں کے قہقہے کی آواز پر حیرت سے انہیں دیکھنے لگی۔

بیٹا خان بابا ہی زوار ہے اس کا نام ہے زوار خان۔

اب تم سائیڈ پر ہو جاؤ ہم کام کر کے چلے جائیں گے ان میں سے دوسرے آدمی نے مہروش کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو وہ سکون کا سانس لیتے ہوئے سائیڈ پر ان کو کام کرتا ہوا دیکھتی رہی۔

وہ تقریباً تین گھنٹوں میں ہی گھر کو سنوار چکے تھے سنوارنا کیا تھا صرف رہنے کے ہی قابل بنانا تھا مگر مہروش یہی پا کر اپنے رب کا شکر گزار کیے جا رہی تھی اس کے لیے یہ بھی ناقابل یقین خواب تھا۔

وہ لوگ چلے گئے تو اس نے آکر دروازے کی کنڈی لگائی آسمان کی جانب دیکھا اور مسکرائی دیوار پر بیٹھی کونسل کی آواز اس کے کانوں میں گونجی تو وہ بے اختیار ہنس پڑی۔ وہ تھوڑا سا چل کر اس دیوار کے قریب آئی تو کونسل دیوار سے اڑ گئی اسے اپنی حرکت پر ہی غصہ آیا کاش وہ اس کے قریب نہ آتی۔

کونے میں پڑا جھاڑو اٹھاتے وہ گھر کی صفائی میں لگ گئی وہ تقریباً عصر کے وقت ہی فارغ ہوئی۔

چلو مہروش اب فریش ہو کر ذرا شکر کر لیتے ہیں ہم۔

مسکراتے ہوئے اس نے خود کلامی کی اگلے ہی لمحے اسے یاد آیا کہ اس کے پاس کوئی کپڑے نہیں مگر وہ مایوس نہیں ہوئی۔

نل کھول کر اس نے وضو کیا۔ اسی پیلے رنگ کی گھاس کی تہہ لگا کر اس نے اس پر ایک شفاف چادر بچھائی اور خوش دلی سے نماز ادا کرنے لگی دروازے پر دستک ہوئی مگر وہ نماز میں تھی دروازہ بجانے والا شاید کچھ زیادہ ہی جلدی میں تھا انتظار تو ہر گز نہ کر سکا۔

ایک ہی ٹانگ مارنے پر وہ دروازہ کھول کر اندر آ چکا تھا مگر مہروش نہیں دیکھ سکتی تھی۔ وہ شخص برآمدے میں بچھی چارپائی پر آ کر ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھ گیا۔

مہروش نے سلام پھیرنے کے بعد اس جانب دیکھا تو ٹھٹک کر رہ گئی وہ بھی اسی جانب ہی دیکھ رہا تھا اسے دعا مانگنا تک یاد نہ رہا وہ فٹا فٹ کپڑا سمیٹتے اس کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔

چلیں !! خان بابا کی آواز پر اس نے گردن اٹھائی۔

کہاں؟؟؟ اس نے ڈر سے غیر ارادی طور پر پوچھ لیا۔

نکاح کرنے !!!! خان بابا نے غصے سے دانت پیستے کہا تو مہروش حیرت سے اسے دیکھتی ہی رہ گئی۔

سوال پوچھنے کا حق تمہیں نہیں دے رکھا میں نے بازار چلنے کا کہہ رہا ہوں کچھ کپڑے لے لو اپنے۔ گندے کپڑوں میں نماز قبول نہیں ہوتی ہوگی۔۔۔۔

وہ چارپائی سے اٹھ کھڑا ہوا تو مہروش بھی اس کے پیچھے آگئی وہ گاڑی کا گیٹ کھولتے پچھلی سیٹ پر بیٹھنے لگی۔

تمہارا ڈرائیور تو نہیں ہوں میں۔

مہروش نے نا سمجھی کہ عالم میں اسے دیکھا۔

آگے آ کر بیٹھو ڈرائیور سمجھ لیا ہے جو ملکہ کو شہر گھما کر لاؤں۔

اسکا لہجہ اتنا کاٹ دار تھا کہ مہروش کا دل کیا کہ اس سارے کہے دفع ہو جاؤ نہیں چاہئے تمہاری بھیک۔۔۔ کاش وہ کہہ پاتی مگر وہ سوچ کر ہی رہ گئی۔

پھر وہ فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولے اس کے ساتھ آ بیٹھی۔

[illegible][illegible]

کیا میرے پاس اتنا وقت ہے کہ میں تمہارے ساتھ یہاں کھڑے کھڑے وقت ضائع کرتا رہوں۔

نہیں مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔

کیا سمجھ نہیں آرہا۔ آئی برو اچکائے اس نے تڑک کر پوچھا۔

مہروش ایک دم ہی چپ ہو گئی وہ اس ٹائم شاپنگ مال میں کھڑے تھے مہروش کو سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ کون سا سلیکٹ کرے اس نے آج تک اپنی مرضی کے کپڑے نہیں لیئے تھے۔

زوار کو غصہ آ رہا تھا ایک تو وہ اسے کپڑے دلوانے آیا تھا اور وہ اس کا وقت ضائع کیئے جا رہی تھی۔

ادھر آؤ تم۔

زوار نے ہاتھ کے اشارے سے ایک لیڈی ورکر کو بلایا جو اگلے ہی لمحے اس کے سامنے تھی۔

اس اسٹینڈ پر جتنے بھی ڈریسز کھڑے ہیں سارے پیک کر کے گاڑی میں رکھوا دو۔

نہیں نہیں میں اتنے سارے کیا کروں گی۔

مہروش فوراً ہی بولی تھی اس نے نظر دوڑائی وہ کوئی 50 عدد سوٹ ہوں گے یا اس سے بھی زیادہ۔

دماغ خراب مت کرو گھر جا کر دیکھتی رہنا جو ٹھیک لگے رکھ لینا باقیوں کو آگ لگا دینا۔ اور تم دیکھ کیا رہی ہو سمیٹو انہیں۔

مہروش کو غصے سے جواب دیتے ہوئے اس نے آخری بات ورکر سے کی تھی وہ جلدی جلدی اسٹینڈ پر لٹکے کپڑے اتارنے لگے۔

گاڑی میں چل کر بیٹھو فضول میں ہی لے آیا تمہیں۔

زوار کے حکم پر وہ مال سے باہر آگئی۔

باہر آ کر وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی دونوں ہاتھوں میں سر گرائے وہ پھر سے رونا ہو شروع ہو چکی تھی۔ اسے کہاں عادت تھی سخت لہجہ سننے کی وہ تو اپنے

طوائف خانے کی بھی سب سے لاڈلی لڑکی تھی اور زوار کا لہجہ کاٹ دھار ہی اتنا ہوتا تھا کہ اگر اس معصوم کی جگہ کوئی بہادر لڑکی بھی ہوتی تو رو پڑتی۔

تھوڑی دیر کے بعد زوار بھی مال سے باہر نکل آیا۔

باہر رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔

یار دیکھ تو سہی بیچاری کب سے رو رہی ہے۔ پتہ نہیں کس کبخت کے ساتھ آئی ہے۔

سہی کہا تو نے اتنی حسین لڑکی میرے پاس ہو تو میں تو پلکوں سے نا اترنے دوں۔

پر میں تو بیڈ سے ہی نا اترنے دوں۔

سیڑھیوں پر کھڑے دو لڑکے مہروش کو دیکھ کر آپس میں تبصرے کر رہے تھے۔ وہ اب دونوں قہقہے لگا کر ہنس رہے تھے اس بات سے انجان کے موت ان کے سر پر آکھڑی ہے۔

زوار نے گردن موڑ کر ان کو دیکھا وہ دونوں ابھی بھی ہنس رہے تھے اور دونوں ہی مہروش کو دیکھ رہے تھے جو اب اپنے دوپٹے سے گالوں کو رگڑ رگڑ کر آنسو صاف کر رہی تھی۔

زوار نے ہاتھ میں پکڑا تھیلا وہی رکھا اور سیڑھیوں کے دو سٹیپ چڑھ کر ان لڑکوں کے پیچھے آن کھڑا ہوا۔

ارے ارے کون جاہل ہے بے۔۔۔

زوار نے ایک لڑکے کے بالوں میں ہاتھ ڈالا اور دوسرے کو اتنی زور سے ٹانگ ماری کہ وہ اندھے منہ گرتا آیا۔

بالوں سے پکڑ کر زوار نے اسے بھی اسی طرح نیچے پٹکا۔

ان دونوں کے ہاتھ میں ہی کانچ کی ایک ایک بوتل تھی جس میں کوئی ڈرنک تھی زوار نے دونوں کے ہاتھ سے ہی وہ بوتلیں لی اور دونوں کے سر پر دے ماری ان کے سر سے جیسے خون کے چشمے پھوٹ پڑے۔

وہ درد سے بلبلائے لگے مگر آگے بھی زوار تھا اس کا غصہ ابھی کہاں اترا تھا۔

زوار نے ان دونوں بوتلوں کے ٹوٹے ہوئے ابتدائی سرے کو ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑتے ہوئے دونوں لڑکوں کی گردن میں دبوچ دیا۔

واپس نیچے اتر کر اس نے سیڑھیوں پر رکھا اپنا تھیلا اٹھایا اور گاڑی میں آ بیٹھا وہ دونوں تڑپ تڑپ کر مر رہے تھے سردیوں کے شام تھی اکا دکا لوگ موجود تھے اوپر سے اندھیرا تو ابھی تک کسی نے بھی ان لڑکوں کو نہیں دیکھا ہوگا۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے ہاتھ مہروش کی طرف بڑھایا وہ آنکھیں بند کیے پیچھے سیٹ سے جا لگی زوار نے ہینڈل گھماتے گاڑی کا شیشہ اوپر کر دیا مہروش نے آہستہ سے آنکھیں کھولی تو وہ اب گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔

ور کر تو کافی دیر پہلے ہی سامان رکھ کر گیا تھا تو وہ اب تک مال میں کیا کر رہا تھا وہ سوچ ہی رہی تھی کہ جب زوار نے گردن گھما کر اسے دیکھا وہ اب گاڑی سے باہر دیکھ رہی تھی۔

اگر آج کے بعد تم روئی تو تمہاری آنکھیں نہ نکال دوں تو پھر کہنا۔ نا آنکھیں رہے گی اور نہ رونے کا سسٹم رہے گا۔

وہ اپنی بات کہہ کر ڈرائیونگ پر متوجہ ہو گیا۔ مہروش اسے حیرت سے دیکھتی رہی۔

رات نو بجے کے قریب وہ منزل پر پہنچے وہ گاڑی سے اترنے لگے جب زوار کی آواز پر مڑ کر دیکھا۔

زوار نے نیوی بلیو کمر کی جائے نماز آگے بڑھائی مہروش کو لگا وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے وہ کیوں اس پر آج اتنا مہربان ہو رہا تھا۔

پکڑ لو ظالم ہوں کافر نہیں!!

مہروش نے اس کے ہاتھ سے جائے نماز تھام لی اور گاڑی سے باہر نکل آئی وہ بھی باہر آیا۔ وہ گیٹ کا دروازہ کھول کر اندر جا چکی تھی زوار نے ایک ایک کر کے وہ شاپنگ بیگ لا کر اسے دیئے جن میں کپڑے تھے۔

سنو لڑکی کچن میں کھانے کا سامان رکھوا دیا ہے کچھ آتا ہے بنانا یا نہیں۔ میں بنا لیتی ہوں سب کچھ۔ مہروش نے اسے بڑے پتے کی بات بتائی تھی۔

ٹھیک ہے تم کھانا بناؤ۔۔۔ میں آج رات یہی ہوں۔۔۔

یہ کیسے الفاظ تھے مہروش کے پاؤں تو وہی جم کر رہ گئے تھے۔

دیکھ کیا رہی ہو جاؤ۔۔۔۔۔

مہروش نے با مشکل قدم کچن کی طرف بڑھائے اس میں کوئی کام کرنے کی ہمت نہیں بچی تھی مگر اسے کھانا تو بنانا ہی تھا۔

یا میرے اللہ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے اس سے اچھا تھا یہ شخص مجھے بھوکا پیاسا ہی مرنے دیتا مگر اب کیا ہوگا؟ کیا میں آج طوائف کا کردار ادا کروں گی نہیں اللہ جی پلیز مجھے بچا لے میرے اللہ۔۔۔۔

وہ روتے ہوئے اپنے رب سے فریاد کر رہی تھی وہ جو صبح سے سوچ رہی تھی کہ زوار کیوں اس پر مہربان ہو رہا ہے شاید اسے جواب مل چکا تھا۔

با مشکل اس نے کھانا بنایا اور ٹرے میں سجا کر اس کے سامنے لے آئی۔

تم نہیں کھاؤ گی؟؟؟ اس کے پلٹتے قدم رکے۔۔

خان بابا پلیز میری عزت بخش دیں خدا کی قسم خان بابا میں نے آج تک کسی طوائف کا کردار ادا نہیں کیا۔ نا تو مجھے نچایا گیا ہے اور نہ میرا جسم استعمال کیا گیا ہے صرف مجھے بچا گیا ہے آپ پلیز مجھے چھوڑ دیں یقین کریں میں آپ کے پیسے بھی آپ کو لوٹا دوں گی وہ روتے روتے زمین پر بیٹھ چکی تھی۔

زوار کو تو سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کہ اسے اچانک کیا ہوا ہے۔

یہ تم کیا بکواس کر رہی ہو؟؟؟

میں سچ کہہ رہی ہوں خان بابا۔

خان بابا اگر اٹپ یہ چاہتے ہیں تو پلیز مجھ سے نکاح کر لیں میں بغیر نکاح کے مر جاؤں گی مگر آپ کو ہاتھ تک نہیں لگانے دوں گی ہاں میں مر جاؤں گی میرے پاس یہی راستہ ہے۔۔۔۔۔

وہ زمین سے کھڑی ہوتی ہاتھ کی پشت سے گال رگڑتی پتہ نہیں کیا کرنے جا رہی تھی۔

تمہاری بکواس بند نہیں ہو رہی؟؟؟

کیا بکے جا رہی ہو تم؟؟؟ دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا کچھ نہیں کرنے والا تمہارے ساتھ.....

میں آج گھر نہیں جا سکتا تھا اس لیے یہاں آیا مگر تم اتنی گندی سوچ رکھتی ہو مجھے اندازہ نہیں تھا اگر میں نے تمہارے ساتھ کچھ کرنا ہوتا تو تم اب تک پاک دامن نہ گھوم رہی ہوتی۔

وہ غصے میں کھڑا ہوا اپنی شال اٹھاتا گھر کی چوکھٹ سے باہر نکل آیا وہ اسے جاتا ہوا دیکھتی رہی وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا اگر وہ اس کے ساتھ کچھ غلط کرنے کا ارادہ رکھتا ہوتا تو وہ اس طرح سے چلا نہ جاتا۔

مہروش چل کر چوکھٹ تک آئی مگر وہ جا چکا تھا۔

گیٹ کا دروازہ بند کیا۔

گیٹ کی پشت سے لگے نہ جانے کتنی دیر روتی رہی یہ اس نے کیا کر دیا تھا۔ کیا وہ اب اس پر ترس بھی نہیں کھائے گا وہ دوبارہ اس سے ملنے نہیں آئے گا۔۔۔ یہی سوچتے ہوئے وہ برآمدے میں پڑی چارپائی پر آ بیٹھی۔۔۔

اسے ٹھنڈ کا احساس تک نہیں ہو رہا تھا اس کی نظر سامنے ٹرے پر پڑی جس میں وہ زوار کے لیے کھانا لائی تھی جو اب ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ وہی کھانا اس نے اٹھایا اور بے دلی سے دو تین لقمے منہ میں ڈالے اور جلد ہی اسے احساس ہو گیا کہ کھانے میں نمک نہیں ہے۔

شکر ہے وہ چلے گئے ورنہ کھانا واپس میرے منہ پہ مار دے۔

اس نے خود کلامی کی اور ٹرے لا کر واپس کچن میں رکھ دی۔۔۔۔

oooooooooooooooooooooooooooooooo

سر کے نیچے بازو دیئے وہ چھت کو گھورے جا رہا تھا رات کے دو بج رہے تھے مگر اسے نیند نہیں آرہی تھی زندگی میں پہلی بار وہ بے چینی کی حالت میں تھا اور شاید اداس بھی۔

ادھر ادھر کروٹ بدلنے کے بعد جب اسے چین نہ ملا تو وہ اٹھ کر بالکونی میں آگیا رات کی ٹھنڈی ہوائیں اس کے جلد پر جمنے لگی تھی مگر اسے نہ جانے آج کس بات کا دکھ لگا ہوا تھا۔

اس نے دونوں خشک ہاتھ منہ پر پھیرے۔

خدا کی قسم خان بابا میں نے آج تک طوائف کا کردار ادا نہیں کیا۔

میری عزت بخش دے خان بابا۔

میں آپ کو بغیر نکاح کے ہاتھ تک نہیں لگانے دوں گی۔

میں مر جاؤں گی آپ کو ہاتھ نہیں لگانے دوں گی۔

ہاں میں مر جاؤں گی۔

ہر جگہ سے اسے یہ آوازیں سنائی دے رہی تھی اس نے کانوں پر ہاتھ رکھا مگر مہروش کی وہی فریادیں اس کے کانوں میں گونجتی رہی۔

تنگ آکر وہ واپس کمرے میں آگیا پھر وہ واش روم میں گھس گیا شاور کھولے وہ کافی دیر پانی میں بھگتا رہا ٹھنڈے پانی نے بھی اس پر کوئی اثر نہیں کیا۔

میں اب نہیں جاؤں گا اس کے پاس۔

جیئے مرے میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

اس رات وہ یہی سوچتا رہا کہ وہ اب اس سے نہیں ملے گا اور پھر ایسا ہی ہوا۔

میں پہلے بھی آپ کو بتا چکا ہوں مجھے ان سے ملنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے وہ یہاں آپ کا کام کرنے آیا ہے اس سے کام کروائیں اور جلد واپس بھیج دے اور بار بار اس کا ذکر میرے سامنے نہ کیا کریں ورنہ میں آپ کے سامنے بھی آنا چھوڑ دوں گا وہ غصے سے ان کے پاس سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آگیا۔۔۔

ایک ہفتہ ہونے کو تھا سراج خان اسے جب بھی چیمبر لین سے ملنے کا کہتا تو اس کا موڈ اسی طرح خراب ہو جاتا۔ اس کا مزاج تو بالکل ہی بدل گیا تھا اب تو سراج خان کو بھی اس پر غصہ آنے لگتا تھا مگر وہ زوار کو کون سا کچھ کہہ سکتا تھا اس ایک ہفتے میں سراج خان کی

ایک غلط فہمی دور ہو چکی تھی۔ اسے لگتا تھا کہ زوار اس کی مٹھی میں ہے مگر جلد ہی ثابت ہو گیا کہ وہ صرف خود کی سننے والا ہے۔

oooooooooooooooooooooooooooo

بات سنیں۔

ہاں بولو کیا ہوا؟

عائش میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔ وہ سنتے ہی بیڈ پر اٹھ بیٹھا تھا۔

کیوں کیا ہوا کب سے خراب ہے طبیعت۔ اور تم اب بتا رہی ہو؟؟

پتہ نہیں پر مجھے عجیب فیل ہو رہا ہے۔

اچھا میری جان گھبراؤ نہیں۔ اٹھو!!

کہاں؟؟؟

ظاہر ہے دوائی لینے ڈاکٹر کے پاس۔ میں گاڑی نکالتا ہوں تم اچھی طرح شال اوڑھ کے آ جاؤ وہ بہت پیار سے اس کی گال سہلاتے چلا گیا۔

عابش نے گاڑی کا دروازہ کھول کر اسے اندر بیٹھنے کو کہا۔۔ فرنٹ سیٹ سنبھالتے ہوئے وہ گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے گیٹ سے باہر آ گئے۔

○○

ڈاکٹر صاحبہ کی آواز پر وہ اس کی جانب متوجہ ہوا۔

اس نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

وہ دونوں اس ٹائم ڈاکٹر کے کیمین میں بیٹھے تھے۔

آپ کی مسز اور آپ والدین بننے والے ہیں۔

ڈاکٹر کے مسکرا کر کہنے پر عابش نے گردن موڑ کر ساتھ چیئر پر بیٹھی فرحال کو دیکھا جو شرم سے نظریں جھکا گئی۔

جی ڈاکٹر صاحبہ اب اس کا پہلے سے بھی زیادہ خیال رکھا جائے گا آپ ہمیں اجازت دیجئے۔

○○

ڈاکٹر سے فری ہونے کے بعد وہ دونوں گاڑی میں آ بیٹھے۔

تھینک یو خان کی جان تھینک یو سو مچ۔۔۔

مجھے ایسا لگا جیسے تم نے مجھے آج جنت کی نوید سنا دی ہو۔ رب جانے مجھے گنہگار سے ایسی کیا نیکی ہو گئی جو رب نے قسمت میں تم جیسا ہم سفر لکھ دیا۔

000

اسے جب بھی کوئی ایسا کام پڑتا جو صرف عشبہ ہی کر سکتی تھی وہ اس کے پاس چلا آتا اس سے کام کہتا اور وہاں سے واپس چلا جاتا اسے وہاں کی طوائفوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔

بہت جلدی اتنا اسلحہ تیار ہو جائے گا کہ اگر ہر روز بھی سات ملکوں کے ساتھ جنگ لڑی جائے تو بھی ہمارے ہتھیاروں میں کوئی کمی نہیں آئے گی اور جب تک ہمارے پاس زوار ہے ہم ہتھیار کے بغیر بھی دنیا فتح کر سکتے ہیں۔

سراج خان صوفی کی پشت سے ٹیک لگائے فخریہ انداز میں بیٹھے تھے۔

آپ سہی کہہ رہے ہیں زوار کی بات تو سب سے الگ ہے۔

نا صرف بدمعاشی میں اس بار تو زوار نے نواب خاندان قوم کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔

پیچھے چھوڑ دیا مطلب۔۔۔؟؟؟

انجان کیوں بن رہے ہیں سراج طوائف خانے کی سب سے حسین لڑکی کو وہ 90 کروڑ میں جو لے کر گیا ہے کسی نواب کی ہمت ہی نہ ہو سکی کہ وہ اس کی لگائی قیمت سے آگے بڑھتے۔۔۔۔۔

سراج خان حیرت کے مارے سیدھا ہوا مگر وہ اس عشبہ بائی پر یہ بات ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ سراج خان کو اس بات سے بے خبر رکھا گیا ہے تو جلد ہی اپنے تاثرات نارمل کر لیتے۔

جانتا ہوں میں وہ زوار ہے ناممکن کو ممکن صرف وہی کرنا جانتا ہے خیر تم مجھے وہ فائلز دو جن پر تم اپنے حسن کے دھوکے سے اس کمشنر سے سائن کروا چکی ہو۔

عشبہ بانی سراج خان کے بات پر ہنسی اور کمرے سے فائلز لا کر اس کے حوالے کر دی ان فائلز میں ان پانچوں کارخانوں کی رجسٹریشنز کے پیپرز تھے جن کے مطابق وہاں کپڑا تیار کیا جا رہا تھا۔

oooooooooooooooooooooooooooooooo

یہ کیا حرکت تھی حاذقہ!!!!

مجھے لگا آپ کو اس کی ضرورت ہوگی۔

ضرورت؟؟؟ کیا تم پاگل ہو چکی ہو یا پھر تمہارا دماغی توازن خراب ہو گیا ہے۔۔

کیسی بات کر رہے ہیں آپ خود ہی تو کہہ رہے تھے آپ۔

کہ حاذقہ میں تمہاری محبت میں پاگل ہوتا جا رہا ہوں۔

وہ معصوم سی شکل بنا ہے ادلال کو اپنی صفائی دے رہی تھی۔

او میرے خدایا مجھے ایسا لگتا ہے میں نے دو سال کی بچی گود لے لی ہے۔

ادھر بات سنو میری۔

ادلal نے اس کے دونوں کندھوں سے تھام کر اسے بیڈ پر بٹھایا۔

حاذقہ یار وہ محبت کا اظہار تھا اور تم مجھے سچ مچ پاگل خانے بھجوا رہی تھی۔

ابھی زبردستی اٹھا کر لے جاتے ہیں مجھے کیا رہ لیتی میرے بغیر۔

مگر آپ ٹھیک تو ہو جاتے ہیں نا۔۔

حاذقہ کی اتنی بڑی بے وقوفی پر وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

بیچارے نے تو اسے محبت کے اظہار میں کہا تھا کہ وہ اس کی محبت میں پاگل ہوتا جا رہا ہے

مگر اسے کہاں پتہ تھا کہ اس کی معصوم بیوی مینٹل ہاسپٹل کال کر لے گی۔

ادلal بڑی مشکل سے ان کو واپس بھیج کر آیا تھا کہ وہ بالکل ٹھیک ہے اسی کسی پاگل

خانے کی ضرورت نہیں۔

وہ سیدھا ہوا اس کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں قید کیا۔

میری جان محبت کا پاگل پن صرف محبوب ہی دور کر سکتا ہے جیسے اب تم ہی مجھے ٹھیک کر سکتی ہو اور کوئی بھی نہیں۔

میں میں کیسے کر سکتی ہوں؟؟

حاذقہ نے گھور کر اسے دیکھا منہ پھلائے وہ اور بھی حسین لگتی تھی۔

نہیں مجھے نہیں کرنا آپ کا علاج آپ ایسے پاگل ہی ٹھیک ہیں۔

وہ اٹھ کر جانے لگی جب ادلال نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے اسے جانے سے روکا۔

جب دل میں عشق کے وبال اٹھ چکے ہوں تو صنم سے دور نہیں جایا کرتے۔

ادلal آپ کتنے اچھے ہو گئے ہیں نا شروع میں کتنے کھڑوس دکھتے تھے۔

کیا مطلب میں پہلے اچھا نہیں تھا۔

ادلal نے بھی اسی کے انداز میں منہ پھلایا۔

آپ برے ہی کب تھے میری زندگی کا معجزہ ہیں آپ۔

آپ نا ہوتے تو۔۔۔۔۔ وہ اچانک ہی چپ ہو گئی۔

ادلال نے اسے بازو سے کھینچ کر سینے سے لگا لیا وہ بھی کسی معصوم بچے کی طرح اس سے چپکی رہی۔

جواب دو زوار چپ کیوں ہو کیا تم سے میں یہ امید رکھ سکتا تھا؟؟

آپ میری بات تو سن لیں۔

کیا سنو میں؟؟ تم نے پورے خاندان کی عزت آج مٹی میں ملا دی کیا جواب دوں گا سب کو جب لوگ کہیں گے کہ زوار خان۔۔ جس پر ہر لڑکی مرٹے وہ ایک طوائف کو پکڑ کر لے آیا ہے۔۔۔

سراج خان کی آواز آج پوری حویلی میں گونج رہی تھی۔

عابش جو خوشخبری سنانے کے لیے آیا تھا دونوں باپ بیٹا کی آوازوں پر وہی سے ہی پلٹ گیا۔

بس کر دیں بابا جان طوائف نہیں ہے وہ۔۔۔۔

واہ زوار خان واہ اور کیا بہن ہے وہ تمہاری؟؟!!

سراج خان کے اتنے تڑک لہجے میں زوار نے ہونٹوں کا نچلا کنارہ دانتوں تلے دباتے ہوئے خود کو کنٹرول کرنا چاہا۔

اگر وہ اس کا باپ نہ ہوتا تو اس کا کیا حشر ہو جاتا زوار خود بھی نہیں جانتا تھا۔

ابھی جاؤ اور اسے وہی چھوڑ آؤ ابھی کے ابھی۔۔۔۔

میں ایسا نہیں کروں گا۔

آنکھوں میں آنکھیں ملاتے اس نے بھی غصے میں چیخ کر کہا۔

تم ایسا ہی کرو گے۔۔۔۔ میں تمہارا باپ ہوں تم میرے نہیں۔

چھوڑ کر آؤ اسے واپس۔

ورنہ میں اسے زندہ زمین میں دفن کر دوں گا جس کی وجہ سے آج تم میرے سامنے چلا رہے ہو۔

ابھی جاؤ اسے چھوڑنے اور اگلے دو دنوں میں تمہاری شادی کر دوں گا۔

شادی۔۔۔ میں شادی تو نہیں کر سکتا۔

کیوں نہیں کر سکتے؟؟؟

جب تم لڑکی رکھ سکتے ہو تو شادی کیوں نہیں کر سکتے۔

مجھے ذرا امید نہیں تھی زوار تم اس قدر میرے ہاتھ سے نکل جاؤ گے اب کھڑے کیا ہو جاؤ یہاں سے۔۔۔

تھک ہار کر وہ لان میں بچھی کر سیوں پر بیٹھا پانی کا گلاس حلق میں اتارنے لگا۔

میں شادی بھی اپنی مرضی سے کروں گا۔

اور تمہاری مرضی کب ہوگی؟؟

کل!۔۔۔

یہ خاندانی شادی ہے زوار صرف تمہارا اور میرا مسئلہ نہیں ہوگا۔

ٹھیک ہے پر اس سے پہلے تم اس لڑکی کو چھوڑ کر آؤ وہی۔

ٹھیک ہے میں چھوڑ دوں گا اسے۔۔۔

ٹیبل پر رکھی گاڑی کی چابی اٹھاتے وہ پورچ کی طرف بڑھ گیا سراج خان کو ایسا لگا جیسے آہستہ آہستہ اس کا غرور خاک میں ملتا جا رہا ہے۔

○ ○

15 منٹ سے وہ سڑکوں پر آوارہ گاڑی چلا رہا تھا اسے سمجھ ہی نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا

کریں مہروش کو تو وہ چھوڑنے والا تھا نہیں۔

مگر اب کون سی لڑکی لا کر اپنے باپ کے سامنے پیش کرے۔

حارب۔۔ شاید حارب کچھ مشورہ دے اس نے سوچا اور پھر حارب کے گھر کی طرف گاڑی موڑ دی۔

بتاؤ زوار کیا پریشانی ہے ویسے تمہیں پریشانی ہوگی تو نہیں مگر پھر بھی۔۔۔

زوار مجھے لڑکی چاہیے وہ حارب کی بات کاٹ کر بولا۔

لڑکی چاہیے کیا مطلب۔

تمہیں کب سے لڑکیوں کی ضرورت پڑ گئی۔

پھر زوار نے اس کو ساری رواداری سنا دی۔

تو یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہوا کون سا تمہارے باپ نے مہروش کو دیکھ رکھا ہے تم مہروش کو ہی لے جاؤ اور عشبہ بائی کو اپنے طریقے سے سمجھا دینا کہ وہ اپنا منہ بند رکھے۔

میں مہروش سے شادی نہیں کر سکتا۔

تو مطلب تم اسے واپس وہیں چھوڑنے والے ہو۔

نہیں میں اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا۔

حارب نے اس کے چہرے پر دیکھا۔

آج وہ کوئی عجیب ہی دھن میں بول رہا تھا۔

زوار پلینز مجھے معاف کرنا شاید میری بات تمہیں بری لگے مگر مہروش بہت اچھی ہے اور معصوم بھی تو اس سے محبت کر سکتے ہو اپنی زندگی میں ایک نیا موڑ لا سکتے ہو۔

میں اس لڑکی کے لیے اپنے مقصد کے راستے نہیں بدل سکتا۔

موڑ آئے تو مڑنا پڑتا ہے اسے راستہ بدلنا نہیں کہتے۔۔

اور مجھے لگتا ہے تمہیں اس سے محبت ہو چکی ہے۔ زوار جو گردن جھکائے بیٹھا تھا جھٹ سے اوپر کر کے حارب کو دیکھا۔

محبت۔۔۔۔

ہاں زوار محبت اور اس میں کوئی حیران ہونے والی بات نہیں ہے تم کر سکتے ہو محبت۔

تمہارے باپ نے جس ماحول میں تمہیں رکھا ہے تمہارا دل پتھر بنا دیا ہے تمہارے سارے جذبات مار دیئے ہیں اور میں جانتا ہوں میری بہن تمہارے دل پر دستک دے چکی ہے۔

زوار نے صوفی کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

حارب اسے کسی چھوٹے بچے کی طرح سمجھا رہا تھا اور وہ سن رہا تھا وہ جس چیز سے بچتا آیا تھا زندگی اسے واپس اسی موڑ پر لے آئی تھی۔

کوئی بھی پتھر دل نہیں ہوتا بس دنیا والے نرمی چھین لیتے ہیں۔

حارب میں کمزور نہیں ہونا چاہتا وہ میری کمزوری بن چکی ہے اور اگر ایسا رہا تو میں کہیں کا نہیں رہوں گا اور مجھ میں اتنی ہمت بھی نہیں رہے گی کہ میں اس سے کھو سکوں۔

اسی پوزیشن میں ٹیک لگائے وہ بول رہا تھا اس کی آنکھیں ابھی بھی بند تھیں۔

مطلب زوار کے اندر کے خان بابا نے اپنی چیزوں کے لیے کبھی لڑنا نہیں سیکھا وہ تمہاری ہے اور تمہیں یہی خوف ہے کہ دنیا اسے تم سے چھین لے گی۔ کیا خان بابا کو یہ خوف زیب دیتا ہے؟؟؟

زوار سیدھا ہوا کچھ لمحے حارب کو دیکھتا رہا پھر کھڑا ہو کر باہر کی جانب قدم بڑھا دیا حارب نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا وہ جانتا تھا اب زوار کیا کرے گا۔

oooooooooooooooooooooooooooo

آج ثابت ہو گیا کہ مہروش تم سب میں سے نہ زیادہ حسین ہے بلکہ خوش قسمت بھی۔۔۔
مجرے کے بعد آج ساری طوائفیں وہی برجمان تھیں۔ عشبہ بائی کب سے مہروش کا ہی ذکر کیئے جا رہی تھی۔

ارملہ تو کافی تنگ آئی بیٹھی تھی۔

بائی آپ ہمیں اصل بات بتا دیں ہم یہاں بیٹھے بیٹھے تھک چکے ہیں۔

ارملہ کے کہنے پر عشبہ بائی کو واقعی احساس ہوا کہ وہ ضروری بات نہیں کہہ پا رہی۔

مبارک ہو رامین تمہاری بیٹی کی شادی ہو رہی ہے۔

رامین بیگم کے ساتھ ساتھ سب کو ہی 140 واٹ کا جھٹکا لگ چکا تھا۔

کل شام سراج خان نے ہمیں مجرے پر بلایا ہے تم میں سے کوئی وہاں پہ ظاہر نہیں کرے گا کہ مہروش کا ہم لوگوں سے کوئی واسطہ ہے اور یہ خان بابا کا کہنا ہے اگر سراج خان کو ذرا بھی بھنک پڑی تو خان بابا کیا حشر کر سکتا ہے مجھے بتانے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ بات خاص طور پر ارملہ

اپنے نام پر اس نے حیرت سے عشبہ بائی کو دیکھا۔

ہاں تم ارملہ اگر زندگی پیاری ہے تو خود کو کنٹرول میں رکھنا۔ باقی مجھے سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

عشبہ بائی آپ میری طرف سے اسے خوب دعائیں دے کر آئیے گا۔

کیا مطلب رامین کیا تم ہمارے ساتھ نہیں چلو گی؟

تم ٹھیک کہہ رہی ہو رامین تمہیں نہیں جانا چاہیے۔

وہی تو فیصلہ کرتا ہے پتھر کے مقدر کا کہ کسے ٹھوکر پر رکھنا ہے اور کسے اسود بنانا ہے۔

جب وہ پتھروں میں سے چشمہ نکال سکتا ہے تو اس پتھر دل میں محبت کیوں نہیں ڈال سکتا۔۔

○○

وہ اس ٹائم کسی کتاب کا مطالعہ کرنے میں مصروف تھی جسے دو دن پہلے اس نے حارب سے فرمائش کر کے منگوائی تھی۔ وہ کبھی اس کتاب کا مطالعہ کرتی تو کبھی سوچوں میں گم ہو جاتی وہ ان دنوں بہت اداس رہی تھی وہ چاہتی تھی کہ ایک بار زوار اس کے سامنے آئے اور وہ اس سے معافی مانگ لے۔ وہ کتاب بند کر کے باہر آگئی کیونکہ روزانہ کے معمول کے مطابق اب وہاں کوئی آنے والا تھا کوئی ایسا جس سے وہ اپنے دل کی ساری باتیں کہتی تھی وہ کچن میں آئی پلیٹ میں اس نے چند چاول کے دانے ڈالے۔۔۔۔

وہ وائٹ کلر کے فراک میں ملبوس تھی جس کے گلے پر ریڈ کلر کا نفیس کام کیا ہوا تھا گھٹنوں تک اتنے اس فراک میں وہ بہت ہی دلکش لگ رہی تھی گلے میں اس نے ریڈ کلر کا دوپٹہ لے رکھا تھا جو ہلکی سی ہوا چلنے پر ہر سمت لہرا جاتا تھا۔ کمر تک آتے بالوں کی اس نے ڈھیری چٹیاں کر رکھی تھی۔

وہ دانوں والی پلیٹ لیے صحن میں آ بیٹھی۔

اس کا انتظار ختم ہوا جب وہ کوئل دھڑام سے وہاں گری۔ اس کے منہ سے اتنے زور کی چیخ نکلی۔ ہاتھ میں پکڑی پلیٹ کہیں دور جا گری۔ وہ کوئل زندہ تھی مگر بری طرح زخمی ہو چکی تھی اسے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔۔۔ اسے کیسے بچائے۔۔۔۔

دروازے پر دستک ہو رہی تھی مگر اس کے لیے اپنی کوئل کو بچانا زیادہ ضروری تھا پھر وہ یہی سوچ کر دروازے تک آئی کہ وہ آنے والے ہی سے مدد مانگ لے گی۔

وہ چوکھٹ تک آئی دروازہ کھولتے ہی وہ ٹھٹک کر رہ گئی مگر اس کے پاس حیرت کا اظہار کرنے کا وقت بھی نہیں تھا۔

خان بابا۔۔۔ خان بابا پلیز میری ہیلپ کر دیں وہ۔۔ وہ مر جائے گی پلیز اسے بچالے۔

وہ بے دہانی میں اس کا ہاتھ پکڑے زمین پر پڑی کوئل کے پاس لے آئی زوار نے ایک نظر اس زخمی کوئل کو دیکھا اور پھر مہروش کو۔۔۔۔۔

کچھ نہیں ہوا اسے بس تھوڑی سی اس کی ٹانگ زخمی ہوئی ہے شاید کسی کا نشانہ چونک گیا تھا۔ اور رونا بند کرو تم۔۔۔۔۔ بات بات پر روتی رہتی ہو پرندوں کی خاطر کون روتا ہے؟

مہروش نے دوپٹے کے پلو سے اپنے آنسو صاف کیے زوار اس کوئل کو اٹھائے کمرے میں لے آیا۔

زوار نے اس کی ٹانگ پر ایک چھوٹی سی پٹی باندھ دی وہ پیالے میں تھوڑا سا پانی بھر کر کوئل کے سامنے رکھ چکا تھا جسے وہ گھٹ گھٹ پینے لگی۔

مہروش گھٹنوں کے بل کوئل کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔

پتہ نہیں کون جاہل تھا ایسے کیسے بے زبان جانوں پر کوئی ظلم کر سکتا ہے۔ کیا اسے خدا کا خوف نہیں آتا ہوگا اللہ پوچھے ایسے ظالموں سے میرے بس میں ہو تو ایسا قانون بناؤں کہ کسی کو گھور کر دیکھنا بھی قتل قرار دے دوں۔

وہ بولتے ہوئے بھول چکی تھی کہ وہاں کوئی اور بھی موجود ہے جب اسے یاد آیا تو اس نے زبان دانتوں تلے دبا دی پہلے آنکھیں میچی پھر نظریں جھکائے کھڑی ہو گئی۔ اس کا حلق بالکل خشک ہو چکا تھا اسے محسوس ہوا وہ کبھی بولنے لائق نہیں بنے گی۔

تم ٹھیک کہہ رہی ہو ایسے ظالموں سے اللہ ہی پوچھ سکتا ہے۔ کہنے کے بعد وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔

مہروش فوراً چل کر اس کے پیچھے آئی۔

خان بابا مجھے آپ سے معافی مانگنی ہے۔ وہ اب رو برو اس کے سامنے تھی۔

معافی کس لیے۔۔۔

خان بابا میں سچ میں اس دن ڈر گئی تھی اس لیے پتہ نہیں کیا کیا بول دیا مگر میں بہت زیادہ
شرمندہ ہوں۔۔۔

میں تمہیں لینے آیا ہوں۔

زوار نے اس کی بات کا کچھ اور ہی جواب دیا۔

تم نے کہا تھا کہ

میں تم سے نکاح کر لوں۔

چلو پھر نکاح کرتے ہیں۔۔۔

خان بابا میں۔۔۔ میں۔۔۔

کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے؟

وہ چپ رہی۔

وہ اس کا ہاتھ پکڑے باہر کی جانب لانے لگا۔

خان بابا کوئل۔۔۔وہ۔۔۔

اس کی فکر نہ کرو ملازم کو بھیج دوں گا تمہاری سہیلی کے علاج کے لیے۔۔۔

مہروش چپ چاپ اس کے ساتھ گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی مگر اس کا دماغ اور دل دونوں ہی کہیں اور تھے اسے لگا وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے حقیقت تو اتنی اچھی نہیں ہوتی کہاں وہ زوار جیسے لوگوں کو سزا دینے کا سوچتی تھی اور اب وہ ساری زندگی اس کے ساتھ گزارنے والی تھی۔

○○

میں نے دیکھا تھا تم کچھ کہنے آئے تھے پھر واپس پلٹ گئے۔

کہنا تو تھا مگر آپ کے پاس شاید وقت نہیں رہا۔

جو بھی ہو تم میرے بڑے بیٹے ہو تمہارے پاس یہ وقت نہیں کہ بیگم کو چھوڑ کر ذرا باپ کو دیکھ لوں۔

آپ پھر میری بیگم کو درمیان میں لا رہے ہیں؟؟؟

چھوڑو خیر تم بات بتاؤ۔

میں بھی باپ بننے والا ہوں۔

چائے اٹھاتا ہوا سراج خان کا ہاتھ وہی رک گیا۔

میں جانتا تھا آپ کو خوشی نہیں ہوگی اس لیے نہیں بتا رہا تھا۔

تمہارا دماغ سہی ہے تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ آپ دادا بننے والے ہیں؟ سراج خان نے شکوہ کیا۔

جب آپ مجھے اور فرحال کو قبول نہیں کر پا رہے تو ہمارے بچے کو کیسے کریں گے؟؟؟

سراج خان اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر اس کے گلے لگا اور یہ ان کی زندگی کا پہلا لمحہ تھا جب وہ باپ بیٹا ایک دوسرے کے گلے لگے تھے۔

○○○○○○○○○○○●○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

وہ سب بہت خوشی سے لان میں بیٹھے تھے چمبر لین بھی ان کے درمیان موجود تھا وہ چائے اور گرم سموسوں سے خوب لطف اندوز ہو رہے تھے عابش اور سراج خان کو آپس میں باتیں کرتا دیکھ کر فرحال کو جتنی خوشی ہو رہی تھی شاید ہی کسی کو ہو۔

شادی کے بعد آج پہلی بار سراج خان نے فرحال کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے مبارکباد پیش کی تھی۔

بہت کچھ اچانک ہی بدل گیا تھا کافی لوگوں کی زندگی مقصد منزل سب کچھ۔۔۔

عائش اگر تم ہمارے کاموں میں واپس آ جاؤ تو میری آخری حسرت بھی پوری ہو جائے گی۔

نہیں بابا جان آپ کا حکم سر آنکھوں پر مگر میں یہ کبھی نہیں کروں گا۔۔۔

سراج خان جانتا تھا عابش یہ کبھی نہیں کرے گا تو مزید بحث فضول ہی تھی۔

وہ اب فرحال سے مخاطب ہوتے ہوئے خود کا خیال رکھنے کی تلقین کر رہے تھے جب انہیں گاڑی کے ہارن کی آواز آئی گاڑی نے جا کر گیٹ کھولا۔ تو وہ زوار کی گاڑی سمیت اندر انٹر ہوا اور گاڑی پورچ میں کھڑی کی پھر وہ گاڑی سے باہر نکل آیا اور دوسری جانب آ کر کھڑا ہو گیا۔

مہروش جو لوگوں کا ایک ہجوم دیکھ چکی تھی جو بھاگ بھاگ کر حویلی کو دلہن کی طرح سجا رہے تھے اسی لیے گلے میں اٹکا دوپٹہ سر پر سلیقہ سے اٹکایا۔

اور گاڑی سے باہر نکل آئی۔ زوار اس کا ہاتھ تھامے لان میں لے آیا۔

بابا جان میری دلہن۔۔۔۔۔

ماشاء اللہ شکر ہے کچھ تو ڈھنگ کا فیصلہ کیا تم نے۔

ماں باپ کہاں ہے؟؟؟ ان کو کیوں نہیں لائے۔۔

آپ نے میری شادی لڑکی سے کروانی ہے یا اس کے ماں باپ سے۔۔۔۔

زوار یہ کیا بد تمیزی ہے شادی میں اس کی فیملی کا ہونا ضروری ہے اب کیا ہم لوگوں کو یہ کہیں گے کہ خان حویلی کی چھوٹی بہو لاوارث آئی ہے۔

زوار جانتا تھا یہ بات مہروش کو کس قدر بری لگی ہوگی۔

میں خود ہی ہوں اس کا وارث اگر کوئی اس کے وارث کے بارے میں پوچھیں تو میرے پاس بھیج دینا اچھی طرح سمجھا دوں گا اسے اور اگر میرے علاوہ کوئی اس سے رشتہ داری بنانے کی کوشش کرے گا تو مجھ سے ویسے بھی برداشت نہیں ہوگا۔

اور اگر آپ لوگوں کو کوئی مسئلہ ہے تو بھی مجھے مت بتائیے گا کیونکہ میں فیصلہ کر چکا ہوں۔

سراج نے عابش کی جانب دیکھا جو زوار کو ہی دیکھ رہا تھا۔

نہیں زوار ایسا نہیں ہوگا تم بس خوش رہو ہمیں اور کیا چاہیے زندگی میں پہلی بار تم اپنے لیے کچھ کرنے جا رہے ہو نا تو بابا اعتراض کر سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی اور۔۔

فرحال تم اسے کمرے میں لے جاؤ اور زوار تم شادی کی تیاریاں دیکھ لو کسی چیز کی کوئی کمی نہیں ہونی چاہیے۔ عابش کی بات کاٹ کر سراج خان نے بھی رضامندی کا مظاہرہ کیا تو فرحال اسے اپنے کمرے میں لے آئی۔

ویسے ماننا پڑے گا دیور جی کی پسند تو بڑی کمال ہے تم سچ میں اسی قابل ہو کہ زوار کے دل میں گھر کر سکو۔۔۔۔

فرحال اس کے ساتھ بیٹھتے اسے احساس دلا رہی تھی کہ زوار کس قدر ان چیزوں کے خلاف تھا اور اس نے آخر کس طرح سب بدل کر رکھ دیا۔

اور مہروش کا دل کر رہا تھا کہ اسے تنہائی ملے اور وہ روئے اس کا ہر غم رونے سے ہی ہلکا ہوتا تھا اس کی تو لائف سیٹ ہونے کو تھی مگر وہ اور زیادہ خوفزدہ ہو رہی تھی۔

oooooooooooooooooooooooooooo

ہماری زندگی دو کوڑی کی بنا کر وہ شادی کرنے چلا ہے اور تم چاہتے ہو میں چپ چاپ بیٹھ جاؤں نہیں جازل میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔

ہوش سے کام لو مسکان ہمارے ہاتھ میں ابھی کچھ بھی نہیں ہے ہمارا ایک بھی غلط قدم ہمیں دردناک موت کی طرف دھکیل سکتا ہے۔

تو تم چاہتے ہو ہم چپ چاپ بیٹھ کر اس کی شادی کی دھوم دھام سننے اس نے ہمارا گھر اڑا دیا کامیابی کے سارے کاغذات جلا دیئے۔۔۔ مجھے ابھی پاکستان جانا ہے تم آج رات کے فلائٹ سے دو ٹکٹ کروا لو۔۔۔

مسکان مسکان اپنے ساتھ ساتھ میرا دماغ خراب مت کرو چیمبر لین وہاں موجود ہے وہ سب سنبھال لے گا تم چاہتی ہو کہ ہم اپنا بدلہ خود لیں تو ہم لیں گے مگر صحیح وقت آنے پر۔۔۔۔۔

اور صحیح وقت کب آئے گا۔

جب وہ کمزور پڑ جائے گا۔

اور وہ کمزور کب پڑے گا۔

بہت جلد بس تھوڑا سا صبر رکھو۔

جازل نے لاکھ اسے تسلیاں دی مگر اسے ذرا چین نہیں آ رہا تھا وہ غصے سے اپنے روم میں جا کر بند ہو گئی۔

oooooooooooooooooooooooooooo

پتھروں کی سر زمین پر آج ایک چراغ روشن ہو چکا تھا پوری حویلی کو لائٹنگ سے سجایا گیا تھا جس کی روشنی دور دور کے علاقوں میں بھی صاف واضح ہو رہی تھی۔

آج تو غضب ہو رہا تھا شور شرابہ کا ایک الگ ہی سما تھا مہمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد وہاں موجود تھی۔

وہ ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑا شیروانی کے بٹن بند کر رہا تھا بالوں میں برش پھیرتے اس نے جیل سے بال سیٹ کیئے۔

پرفیوم اٹھا کر اپنے بدن پر چھڑکا۔ ہمیشہ کی طرح بائیں ہاتھ میں واچ پہنی بلیک کلر کی شیروانی میں آج وہ کوئی فلمی ہیرو لگ رہا تھا اس کا سفید رنگ شیروانی میں چاندنی کی مانند دمک رہا تھا۔

000

ادلال نے گلے لگتے مبارکباد پیش کی۔

زوار نے محض اسے مسکرا کر دیکھا اور اس سے الگ ہو گیا اس کے پاس ہمت نہیں تھی کہ وہ اس سے بات کر سکے یا اس کا سامنا کر سکے۔

اب شادی کر ہی رہے ہو تو محبت بھی کر لینا وفاؤں پر کوئی مہر نہیں لگائی گئی جو تم پر فرض نہیں۔۔۔۔

فکر نہ کرو ادلال تمہیں تو خوش ہونا چاہیے تمہاری بد دعائیں مجھے لگنے لگ گئی۔
کہنے کے بعد وہ فوراً ہی مڑ گیا رکا نہیں۔

ادلال کو جب اس کی بات کی سمجھ آئی تو وہ بھی مسکرا دیا۔ اس کا دوست اپنی زندگی کا ایک بہترین فیصلہ کر چکا تھا تو اسے اور کیا چاہیے تھا۔

مجرے کی جو تقریب رکھی گئی تھی وہ زوار کی ضد پر کینسل کر دی گئی تھی کیونکہ وہ مہروش کے لیے کسی بھی قسم کا رزک نہیں لینا چاہتا تھا۔

کھانے کی تقریب ختم ہوئی تو سب گھروں کو لوٹنے لگے فرحال اور حاذقہ مل کر مہروش کو اس کے کمرے میں لے آئی جہاں کا اندرونی منظر نا قابل یقین تھا ایسا لگ رہا تھا وہ کوئی

مہروش کمرے کے اطراف میں نظر دوڑاتی خوفزدہ ہو رہی تھی حقیقت کو تو وہ تسلیم ہی نہیں کر پا رہی تھی آخر کب اس نے سوچا تھا اس کے ساتھ یہ سب ممکن ہو جائے گا۔

بمشکل مہمانوں سے جان چھڑوا کر وہ سیڑھیاں چڑھتا اوپر آ رہا تھا۔

آہا۔۔۔۔۔ ہو۔۔۔۔۔ اتنی جلدی۔۔۔۔۔

حارب دونوں بازو پھیلائے اس کے راستے میں آیا زوار نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

حارب ہٹ جاؤ یار موڈ خراب نہ کرو۔۔۔

ایک ہاتھ حارب کے کندھے پر رکھے وہ اسے سائیڈ پر کرنے لگا جب وہ دوبارہ اسی پوزیشن میں کھڑا ہو گیا۔

حارب اچھا خاصا مزے سے پوچھ رہا تھا۔

توبہ توبہ۔۔۔ نانا کر کے خود تو دولہے بن گئے مجھ غریب کا کچھ سوچنے کی بجائے صفحہ ہستی سے میرا نقش ہی مٹانا چاہتے ہو تم۔۔۔۔۔

خیر بابا جاؤ تم تمہارا کوئی بھروسہ نہیں ہے کب میری گردن مروڑ کر رکھ دو۔

وہ زوار کے آگے ہاتھ جوڑتا نیچے اتر آیا اور زوار مسکرا کر آگے بڑھ گیا۔

○○

کوریڈور سے نکلتے اس کی نظر چیمبر لین پر پڑی وہ مشکوک نظروں سے اسے دیکھتا ہوا مسکرا رہا تھا زوار اس کے نظر انداز کئے اپنے روم میں آگیا وہ کمرے میں آیا تو مہروش بیڈ کراؤن

سے ٹیک لگائے نیم دراز سو رہی تھی ایک تو وہ پہلے سے ہی غصے میں تھا اوپر سے اس کو سوتا دیکھ کر وہ مزید بدمزہ ہو گیا۔

وہ بھی زوار تھا چپ چپ رہ جاتا ہے ممکن نہیں تھا وہ چل کر اس کے قریب بیڈ پر آ کر بیٹھ گیا۔

وہ آج پہلی بار اس کے چہرے کی نقوش کو دیکھ رہا تھا پہلی بار وہ کسی لڑکی کے نقش پر غور کر رہا تھا۔

جوڑے سے نکلی آوارہ لڑکیوں جو اس کے چہرے کے گرد پھیلی ہوئی تھی۔ زوار نے نرمی سے اپنے ہاتھ کی پشت سے ان کو اس کے کان کے پیچھے کیا ایک تو وہ اتنی حسین اور پھر سچ سنور کر اس پر قیامت ڈھا رہی تھی زوار کا دل کیا کہ وہ اسے جھنجھوڑ کر اٹھا دے۔

وہ اس کے ماتھے پر جھکا گرم سانسوں کا لمس محسوس کرتے وہ فوراً اٹھ بیٹھی۔ اچانک ہی وہ اس طرح سے اٹھی کہ اس کا ماتھا زوار کے ماتھے سے زوردار ٹکرایا۔

سو کیوں گئی تھی۔۔۔؟؟

وہ ہاتھوں کی پشت بیڈ پر ٹکائے پیچھے ہوئی۔

سو سوری غلطی سے آنکھ لگ گئی۔

اتنی سردی میں بھی اس کے ماتھے پر پسینے چھوٹنے لگے تھے۔

با مشکل اس نے تھوک نکلا زوار وہاں سے اٹھ کر ڈریسنگ مرر کے سامنے آ کر رک گیا
ریسٹ وایج اتار کر دراز میں رکھی وہ اب شیروانی کے بٹن کھول رہا تھا۔

میں نے سنا ہے کہ دولہا دلہن کو منہ دکھائی میں تحفہ دیتے ہیں۔

مہروش نے بھاری پلکوں کی جھالر اٹھا کر اسے دیکھا مرر میں مہروش کا عکس اسے صاف
دکھائی دے رہا تھا۔

مگر میں تو تمہارا چہرہ بڑی فرصت سے دیکھ چکا ہوں تو منہ دکھائی تو کینسل۔

زوار نے مرر میں اس کا عکس دیکھا وہ ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں الجھاتی کنفیوز ہو رہی
تھی۔

چلو پریشان نہ ہو یہ بندہ ناچیز حاضر ہے جب چاہے اپنا تحفہ مانگ لینا۔

پھر وہ کبرڈ سے سوٹ نکالتا واش روم میں بند ہو گیا مہروش نے سکون کا سانس لیا۔

خیالوں کا طلسم اسی کی آواز پر ٹوٹا

وہ تو لیے سے بال خشک کرتا اس جگہ آ کر کھڑا ہوا گردن موڑ کر مہروش کو دیکھا۔

تمہارے لیے بھی الماری میں کپڑے رکھے ہیں جاؤ چینج کر لو۔

وہ اٹھ کر اپنے کام کو لگی تو وہ بیڈ پر آ کر لیٹ گیا۔

○○

صبح کا اجالا پھیلا تو موسم میں قدرے تبدیلی تھی دھند کا کوئی نام و نشان نہیں تھا مگر سردی اور ہوا کے خنکی کا ٹمپرچر برقرار تھا۔ خلاف معمول اس کی جلدی آنکھ کھلی۔

اس نے بائیں جانب رخ پھیر کر دیکھا تو وہ کئی فاصلے پر سمٹی ہوئی لیٹی تھی وہ اس پر کمبل سیٹ کرتا بیڈ سے نیچے اترتے سلپرز پہنے واش بیسن سے منہ دھونے کے بعد بالکونی میں آ کر کھڑا ہو گیا۔

بالکونی میں کھڑے اسے لان کا سارا ایریا دکھ رہا تھا سامنے نظر دوڑاؤ تو دور دور تک پتھر والا علاقہ واضح نظر آتا تھا۔

وہ یک دم چونکا دور کہیں اسے دو آدمی لڑتے ہوئے نظر آئے وہ اب غور سے انہیں دیکھنے لگا موٹا آدمی دوسرے شخص کے سر پر بھاری ضرب لگاتا اسے ٹانگوں سے مار رہا تھا وہ چپ چاپ دونوں ہاتھ تھوڑی تلے دبائے دیکھتا رہا پھر اسی موٹے آدمی نے ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر اس کے سر پر دے مارا اس کے بعد وہ شخص ہل نہ سکا مطلب صاف تھا کہ وہ مر چکا ہے وہ غیر ارادی طور پر سارا منظر دیکھتا رہا۔

اب وہ آدمی اسی حویلی کی جانب آ رہا تھا اس نے منہ پر لگایا ماسک اتار کر اپنے کورٹ کی جیب میں ڈالا اور حویلی کے گیٹ سے اندر انٹر ہو گیا۔

زوار نے نا تو لب بھیجے نہ مٹھیاں بند کیں

○○

میں۔۔۔ میں کیا بولوں۔

یہی کچھ پوچھنا ہو یا کچھ کہنا ہو۔

ہوں؟ مہروش نے زوار کے کہی بات اسے یاد دلوائی وہ اسے پوزیشن میں صوفے سے ٹیک لگائے بیٹھا رہا۔

مگر اب حالات وہ نہیں رہے میں تم سے شادی کر چکا ہوں تمہیں ہر چیز کا حق ہے۔۔

مہروش نے اس کے چہرے پر دیکھا وہ بہت نرم مزاجی سے بات کر رہا تھا۔

اگر مہروش اس کے رویے سے واقف نہ ہوتی تو کبھی نہ سمجھ پاتی کہ وہ ایک ظالم رہا ہوگا۔

میں جاننا چاہتی ہوں خان بابا آپ کے اس بدلتے رویے کی وجہ کیا ہے۔

کیا آپ کی کوئی مجبوری ہے یا آپ مجھ پر ترس کھا چکے ہیں؟؟؟

موبائل کی سکرین پر چلتی انگلیاں رک گئی دونوں ہاتھ صوفے کے کونے پر پھیلائے وہ اسے دیکھنے لگا وہ بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

ترس کھانا ہوتا تو اسی دن کھا لیتا جب تم میں چلنے تک کی ہمت نہیں تھی اور میں نے تمہیں گاڑی سے نکال کر زمین پر پھینک دیا تھا۔

مہروش کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر لہرایا اسے ایسا محسوس ہوا جیسے زوار نے اسے دوبارہ زمین پر پٹک دیا ہو۔

زوار نے دوبارہ بولنا شروع کیا۔

رہی بات مجبوری کی تو ہاں یہ مجبوری ہی سمجھو زوار خان کبھی بے بس نہیں ہوا۔ زوار نے کبھی اپنے علاوہ کسی کے بارے میں نہیں سوچا مگر پچھلے دو ہفتوں کی شب و رات میں تم ایک سیکنڈ کے لیے بھی میرے ذہن سے نہیں اتری ہو۔

وہ بول رہا تھا اور مہروش کو محسوس ہوا کہ اس کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ چکی ہیں۔ دن کے اجالے میں بھی اسے تاریکی کا احساس ہونے لگا تھا وہ نظریں جھکائے بیٹھی تھی مگر وہ جانتی تھی زوار اسے ہی دیکھ رہا ہے اس نے بمشکل گہرا سانس لیا۔

مگر آپ کو سوچنا چاہیے تھا آپ مجھ سے شادی کیسے کر سکتے ہیں؟ میں آپ کی پابند تھی آپ تو آزاد تھے نا۔ پھر کیوں نہیں سوچا۔۔۔۔

سوچا۔۔۔۔۔ اس میں سوچنا تھا؟؟

زوار نے پوچھا تو مہروش کو خود بھی اس کا جواب پتہ نہیں تھا۔

میں کوئی سازش کر رہا تھا جو سوچتا۔۔؟

سوچ سمجھ کر سازش کی جاتی ہے محبت نہیں!!!

پہلی بار مہروش نے نظریں ملائے اس کی کوئی بات سنی تھی اس کی باتوں کی سچائی اس کے چہرے سے واضح تھی پھر وہ صوفے سے اٹھا دروازے کی طرف قدم بڑھائے وہ اسے جاتا ہوا دیکھتی رہی۔

تھوڑی دیر بعد اس کے کمرے میں فرحان ایک بیوٹیشن کے ساتھ داخل ہوئی تھی۔ جو اسے ریسپشن کے فنکشن کے لیے تیار کرنے آئی تھی بیوٹیشن اس کے چہرے پر کیا لگا رہی تھی کیا ہٹا رہی تھی اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

ماشاء اللہ اللہ نظر بد سے بچائے تم بہت حسین لگ رہی ہو۔

فرحال کی آواز پر وہ چونکی اور اسے معلوم ہوا کہ وہ تین گھنٹے گزار چکی ہے وہ تین گھنٹوں سے بے سدھ بیٹھی تھی اسے جیسے خود ہی یقین نہیں آیا۔

مہروش تم کنفیوز مت ہونا کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے انفارم کر دینا تم بس یہیں بیٹھو تھوڑی دیر میں، میں تمہیں حال میں لے چلوں گی وہ پیار سے اس کا گال تپھکتی چلی گئی وہ ڈریسنگ مرر کے سامنے سے اٹھی۔ آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔

وہ سلور کلر کی میکسی پہنے ہوئے تھی جس پر سلور بلیک کڑھائی سے اچھا خاصا کام کیا ہوا تھا اور نگینیوں کی لشک صاف روشن تھی۔

جوڑے میں بالوں کو قید کیے ہوئے اس کی آوارہ لٹیں گردش میں تھی جس پر دوپٹے کو سلیقے سے سیٹ کیا ہوا تھا وہ چل کر بیڈ تک آ بیٹھی اس کے پاس کرنے کو کوئی بھی سرگرمی نہیں تھی کبھی وہ دیواروں کو دیکھتی کبھی بیڈ کی چادر پر انگلیاں پھیرنے لگتی اسے لگا جیسے وہ سو صدیوں سے یہاں بیٹھی ہے کسی کی راہ تکتے کسی کی انتظار میں بو جھل۔۔ مگر انتظار تھا ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

دروازہ کھولنے کی آواز پر اس نے فوراً اس جانب دیکھا۔

مہروش نے فرحال کے چہرے پر دیکھا اور پھر اسی کی خوشی پر مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ تھامے ہال میں آگئی۔

کمرے میں کیا گیا اس کا انتظار تو ضائع گیا تھا مگر وہ اسے اب بھی نظر نہیں آیا تھا مہمانوں سے نظر بچا کر وہ پورے اطراف میں اسے دیکھتی مگر ناپا کر واپس نظریں جھکا لیتی۔

مجھے ڈھونڈ رہی ہو؟؟؟

وہ کرنٹ کھا کر اس کی آواز پر پلٹی وہ پرسکون انداز میں صوفے پر ہاتھ رکھے بڑی دیوانگی سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس نے بے اختیار دل کی جگہ پر ہاتھ رکھا جیسے دھڑکنوں نے شور مچا دیا ہو۔

وہ صوفے کے گرد سے گھوم کر اس کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا۔

مجھے اچھا لگا تمہاری نگاہوں نے مجھے تلاش کرنا چاہا۔

وہ سامنے دیکھتے ہوئے اس سے مخاطب تھا وہ بھی سلور کلر کے کرتا پجامے میں تھا اور اسی کے ساتھ ہم رنگ واسکٹ میں وہ بہت حسین لگ رہا تھا۔

وہ شروع سے ہی حسین تھا مگر وہ آج کسی سلطنت کا شہزادہ لگ رہا تھا جس کی خاص وجہ اس کے چہرے پر آئی ہوئی خوشی تھی مہروش کو دیکھتے اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہو جاتی تھی۔

مہمانوں کی تعداد حد سے زیادہ تھی سراج خان بڑی خوش دلی سے سب کو اپنی چھوٹی بہو سے متعارف کروا رہے تھے۔ اسے کبھی اتنی زیادہ عزت ملے گی اس نے کبھی نہیں سوچا تھا رب نے اس کی دعاؤں کو کتنی خوبصورتی سے قبول کیا تھا یہ واقعی حقیقت تھا اور اب وہ اس حقیقت سے دستبردار نہیں ہونا چاہتی تھی۔

اگر وہ اسی ظلم و ستم میں رہتی تو زیادہ خوفزدہ نہ رہتی کیونکہ جب انسان سب خواہشات اور حسرتوں کو مار چکا ہو تو اسے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس کی زندگی میں مزید کوئی تکلیف آنے والی ہے یا نہیں۔

لیکن خواہشات کا زندہ ہو جانا ساری خوشیوں کا ایک ساتھ جھولی میں آ جانا اور پھر ان کو کھو دینے کا خوف سب سے زیادہ ہوتا ہے اور اگر وہ اس خواب سے جاگی تو زندہ رہ پائے گی یا نہیں کہنا مشکل تھا۔

oooooooooooooooooooooooooooooooo

آپی میں تھک گئی ہوں آپ مجھے روم میں چھوڑ دیں۔

اس نے فرحال سے کہا تو وہ اسے اس کے روم میں چھوڑ آئی۔ زوار ابھی تک مہمانوں کے ہی درمیان تھا اب وہ کمرہ اسے اپنا اپنا سا لگنے لگا تو وہ بلا جھجک اپنی جیولری کو اتارتی کپڑے چینج کر کے کمرے میں ٹہلنے لگی۔

وہ رات کے گیارہ بجے کے قریب کمرے میں آیا کمرے کی لائٹ آن دیکھ کر ہی اسے اندازہ تھا کہ وہ جاگ رہی ہوگی وہ کمرے میں آیا تو وہ صوفے پر بیٹھی تھی۔

تم آج سوئی نہیں۔ وہ جھک کر جوتے اتارنے لگا۔
میں آپ کا انتظار کر رہی تھی اس نے بغیر تہمید باندھے ہی کہہ ڈالا۔

میرا انتظار۔۔۔؟

اس نے دہرایا جیسے اسے یقین ہی نا آیا ہو۔

مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے بس ایک سوال۔۔۔

وہ اٹھ کر اس کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔

پوچھو پوچھ سکتی ہو اب تو تمہیں حق دے چکا ہوں۔ دونوں ہاتھ بیڈ پر ٹکائے وہ اس کے سوال کا انتظار کرنے لگا۔

آپ کو مجھ سے محبت کب ہوئی؟

وہ مسکراتے ہوئے سیدھا ہوا اور بالکل اس کے مقابل میں کھڑا ہو گیا۔

مہروش اس کے چہرے پر دیکھنے لگی وہ اس کے سامنے سے ہٹ کر اپنے سرگرمی میں مشغول ہو گیا۔

دو دن بعد ادلال نے ان کو رات کے ڈنر پر انوائٹ کیا تھا زوار نے خوش دلی سے ان کی دعوت قبول کی تھی اور اس وقت وہ دونوں عابش اور فرحال کے ساتھ ادلال کے گھر پر موجود تھے۔ ڈائننگ ٹیبل پر ایک الگ ہی ماحول تھا حارب وہاں موجود تھا یہی وجہ تھی کہ ہر دو منٹ بعد فضا میں ہنسی کی آواز گونجنے لگتی تھی۔

حاذقہ تو اب کافی بدل گئی ہے بولنا سیکھ لیا ہے اور بہت میچور ہو گئی ہے۔ ہے نا عابش بات کرتے ہوئے وہ اس سے مخاطب ہوئی۔

سارا کریڈٹ تو ادلال کو ہی جاتا ہے اس کی ہی محبت کا کمال ہے عابش نے ادلال کو دیکھے بغیر کہا۔

ہاں نہ بھابی ادلال ہے ہی ایسا کوئی بھی اسے برا نہیں کہہ پاتا اس لیے تو سب کے لیے دعائیں نکلتی ہیں۔

ہاں مگر میرے لیے بد دعائیں۔

حارب کی بات کاٹتے زوار بولا تو ادلال کا بھی قہقہہ گونجا۔

ارے مہروش تم بھی تو بولو۔۔۔ لو یہ سویٹ ڈش لو ناکب سے کچھ نہیں کھا رہی تم۔۔۔

فرحال نے لب شیری پیالے میں ڈالتے ہوئے اس کی جانب بڑھائی۔

ساتھ بیٹھے زاور نے نظر ترچھی کر کے مہروش کو دیکھا اور پھر فرحال کے ہاتھ سے وہ پیالہ لیا۔

لب شیریں چچ میں بھر کر اس کے سامنے کی وہ تو سٹپٹا کر رہ گئی زوار ایسا بھی کر سکتا تھا۔

لے لو اب زیادہ میٹھی لگے گی۔

نہیں آپ رکھ دیں میں کھا لوں گی۔

اس نے ہاتھ سے چچ پرے کیا مگر اگلے ہی لمحے زوار کی آنکھوں کی گھوری دیکھ کر خود ہی منہ کھول دیا زوار نے چچ اس کے منہ کے قریب لے جا کر اسے وہ لب شیر کھلا دی اور پھر یہ سلسلہ رکا نہیں وہ اسے کھلاتا رہا اور وہ چاہتے ہوئے بھی انکار نہ کر سکی۔

کھانے سے فارغ ہو کر وہ لاونج میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے زوار اپنے موبائل کی سکرین روشن ہوتی دکھائی دی تو وہ ان میں سے اٹھ کر دور جا کر کال سننے لگا تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو چہرے کے تاثرات سے بدلے تھے۔۔۔

بھابھی آپ مہروش کو لے جائیے گا میں کام سے باہر جا رہا ہوں۔

اس نے زوار کو کہتے سنا۔

ہم بھی ساتھ چل لیتے ہیں۔

نہیں بھا بھی آپ لوگ تھوڑا وقت یہیں گزار لے۔ ادلال کو اچھا لگے گا اور حارب تم میرے ساتھ آؤ۔

حارب کو بلاتا وہ گاڑی میں بیٹھ کر اچانک ہی غائب ہو گیا مہروش کے چہرے پر اداسی پھیل گئی اور وجہ بس یہی تھی کہ وہ ایک بار بھی اسے مخاطب کر کے نہیں گیا تھا۔

کیا اس کا کام۔۔۔۔۔ کام؟؟؟

اس جگہ بیٹھے اس نے پہلی بار زوار کے کام کے بارے میں سوچا تھا اور اس کی روح تک کانپ گئی تھی وہ کئی زندگیاں برباد کر کے کس طرح پر سکون ہوا پھر رہا تھا۔

کیا اس کے دل میں کسی کے لیے رحم نہیں آتا ہوگا؟؟

کیا وہ پوری زندگی اس بے حس انسان کے ساتھ گزارنے والی تھی۔

وہ پورا راستہ بے دلی سے یہی سوچتی رہی وہ اس رات اس کا انتظار کرتی رہی مگر وہ نہیں آیا غیر ارادی طور پر اسے بہت رونا آیا بیڈ پر لیٹے منہ پر کمبل اوڑھے وہ روتی رہی۔

oooooooooooooooooooooooooooo

اگلی صبح وہ معمول کے مطابق اٹھی اور اپنے رب کے بارگاہ میں حاضر ہوئی۔

دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے وہ نم آنکھوں سے اپنے رب سے فریاد کرتی رہی اس دن پہلی دفعہ اسے احساس ہوا کہ اس کی ساری دعائیں صرف زوار کے لیے تھی پھر چاہے وہ اس کی خوشیوں کی تھی لمبی عمر کی تھی یا پھر اسے سیدھے راستے پر لانے کی۔

صبح کا اجالا دیکھتے ہی وہ نیچے آئی۔

اسے گھر کا ہر گوشہ سنسان لگنے لگا۔

بی بی جی۔

ایک ملازمہ نے آکر اسے مخاطب کیا۔

جی۔ اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

بی بی جی فرحال بی بی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو وہ کچن میں نہیں آ سکی۔

بڑے صاحب جی کا کہنا ہے کہ ہم آپ سے ناشتے کا پوچھ لیں آپ چل کر دیکھ لیں باقی بنا ہم لوگ ہی لیں گے۔

مہروش نے اس کی ساری بات دھیان سے سنی مگر جو پوچھا وہ منفرد۔۔

کیا آپ کے صاحب جی آگئے کہاں ہیں وہ؟؟؟؟

جی وہ تو چیمبر لین کے ساتھ مصروف ہیں۔

ملازمہ جس کمرے کی طرف اشارہ کرنے لگی وہ سراج خان کا تھا تو وہ سراج خان کا ذکر کر رہی تھی اس کے بعد اس کے چہرے پر پھر سے اداسی ابھر آئی۔

لیکن وہ کنٹرول کرتی کچن میں آئی ملازموں کو ہدایات دیتی وہ خود بھی ناشتہ بنانے لگی ڈائننگ ٹیبل پر کھانا لگنے کے بعد سب نے مل کر کھانا کھایا اس نے کھانے سے منع کیا مگر سب کے اصرار پر گلے سے بڑی مشکل سے نوالے نگلتی رہی۔

اس کے بعد اس نے گھر کے کاموں میں خود کو مصروف رکھنے کی بہت کوشش کی مگر زوار کا خیال بار بار اس کے ذہن پر بھاری پڑ جاتا۔

آج کا پورا دن اس کا دعائیں کرتے بے چینی کے عالم میں گزرا تھا یہ ایک دن اور ایک رات نے اسے احساس دلایا تھا کہ زوار کی غیر موجودگی اس کے لیے کتنا معنی رکھتی ہے اسے لگا وہ صدیوں سے اس کا انتظار میں ہے۔

وقت واپس اسی سوئی پر آٹھرا تھا فرق بس صبح اور رات کا تھا وہ رات کا کھانا کھانے بیٹھے ہوئے تھے۔

تم نہیں کھاؤ گی؟ اسے واپس کچن کی طرف مڑتا دیکھ کر فرحال نے مخاطب کیا۔

بھابھی اس کھانے میں بہت گرم مصالحہ ہے آپ دو منٹ ویٹ کریں میں نے آپ کے لیے الگ سے کھانا بنایا ہے آپ کی صحت کے لیے اچھا رہے گا وہ مسکرا کر کہتی کچن کی طرف پلٹ گئی۔

شکر ہے زوار کے اس فیصلے پر ہمیں کبھی پچھتنا نہیں پڑے گا اس کا انتخاب واقعی قابل دید ہے۔

سراج خان فخر سے کہتے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

وہ سالن کا ڈونگا لیے آئی اور ٹیبل پر رکھتے چیچ سے سالن فرحال کی پلیٹ میں ڈالنے لگی۔

.See, zavar has also arrived

چیمبرلین کی آواز پر سب نے راہداری کی طرف دیکھا سالن ڈالتا ہوا اس کا ہاتھ وہی رک گیا وہ بڑی شان سے چلتا ہوا ان کے قریب آیا۔۔۔

کچھ تو خیال کرو برخوردار بیوی لائے ہوئے جمعہ جمعہ اٹھ دن نہیں ہوئے اور تم پھر سے غائب رہنے لگے ہو۔

.my work was more than important

اس نے چیمبرلین کو مسکراتے دیکھ کر کہا تھا اور انگلش میں جواب دینا کا مقصد بھی یہی تھا کہ اسے سمجھ آ جائے۔

بے معنی خیز سب کو مسکراتا دیکھ کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا اس نے ایک بار بھی مہروش کی طرف نہیں دیکھا تھا وہ فوراً ہی ڈائننگ ٹیبل سے ہٹ آئی تھی اور کسی نے اسے نہیں روکا تھا۔

مدہم چال چلتی وہ کمرے تک آئی اس کا دل کیا وہ فوراً وہاں سے پلٹ جائے مگر اس میں ہمت نہ ہو سکی اور اس نے آرام سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئی۔

وہ کبڈ میں سر دیئے پتہ نہیں کیا تلاش کر رہا تھا جب اس کے قدموں کی آہٹ پر سر باہر نکال کر اسے دیکھا۔

اس پر سر سری سی نظر ڈالتا وہ واپس کبڈ میں گھس گیا۔

مہروش کو بے انتہا تکلیف ہوئی یہی تو وہ نہیں چاہتی تھی اسی سے تو وہ ڈر رہی تھی کیا اس کا ڈر ہمیشہ کے لیے حقیقت ہونے والا تھا اس کا خواب ٹوٹنے والا تھا؟؟؟؟؟
نہیں اتنی جلدی دے کر تو کوئی نہیں دیتا اس نے اس سوچ کو پرے کیا۔

آپ مجھ سے ناراض ہیں؟

اسے اپنی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔

بالاخر اس نے کبرڈ کا دروازہ لاک کر دیا۔

میں تم سے ناراض ہو سکتا ہوں؟؟؟ اس نے الٹا سوال کیا۔

آپ مجھے نظر انداز کر رہے ہیں مجھے تکلیف ہو رہی ہے اور آپ-----

وہ آگے بول ہی نہ سکی آنکھوں سے نکلتے آنسوؤں نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور اس دن زوار کو لگا اس کی دنیا مکمل ہو گئی اس کی محبت پوری ہو گئی وہ تیزی سے اس کی طرف آیا اس نے اپنے دونوں ہاتھ مہروش کے کندھوں پر رکھے وہ سر اٹھا کر اسے دیکھ بھی ناسکی۔

آج پہلی بار تمہارے آنسو مجھے برے نہیں لگ رہے پہلی بار تم روتی ہوئی مجھے زیادہ حسین لگ رہی ہو جانتی ہو کیوں؟؟؟
مہروش نے سر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

قد لمبا ہونے کے باعث بھی وہ صرف اس کے کندھوں تک ہی آتی تھی۔
کیونکہ تمہارے یہ آنسو یہ آنسو آج میری خاطر نکلے ہیں اور تم سوچ بھی نہیں سکتی یہ اس وقت کتنے قیمتی ہیں پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کے آنسو صاف کر کے ماتھے پر لب رکھ دیے۔

مطلب آپ کو خوشی ہوئی مجھے تکلیف دے کر۔

اس نے بہت معصوم سا شکوہ کیا۔

زوار نے اسے کندھوں سے تھام کر اپنے سینے میں بھینچ لیا اور مہروش کو لگا اس سے اس کا در مل گیا۔

تم نہیں جانتی تمہاری اس ایک تکلیف نے مجھے جینے کا مقصد دیا ہے وہ خاموشی سے اس کی باتیں سن رہی تھی دنیا سے بالکل بیگانہ۔۔۔

ایک وقت تھا جب میں نے خواہش کی تھی کہ مجھے ایسا انسان چاہیے جو صرف میرا ہو۔
جو میری توجہ کا طلبگار رہے۔

جس کو میرے نا ہونے سے تکلیف ہو۔

جس کو میرے دور ہونے کا ڈر ہو۔

جو میرے ناراض ہونے پر رونے لگ جائے۔

جو میرے لیے اللہ سے دعائیں کریں۔

مگر جب میری دسترس میں آئے تو سب بھول جائے۔

میرے آغوش رہے بالکل ایسے جیسے تم کھڑی ہو اور یہ خواہش میں نے تمہیں دیکھ کر ہی کی تھی۔

زوار نے اس سے الگ ہونا چاہا مگر وہ اسکی قمیض کو مٹھیوں میں جکڑے کھڑی تھی۔

مونچھوں تلے اسکے گلابی ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھری۔

آج کے بعد تمہیں کبھی تکلیف نہیں ہونے دوں گا بس تم اپنی معصومیت نہ کھونا تمہاری معصومیت پر دل ہارا ہوں۔

اگر یہ کھودو گی تو محبت بھی ختم ہو جائے گی مگر یہ فیصلہ صرف اب کا ہے شاید بعد میں تم مجھے ہر حال میں قبول رہو۔

خان بابا آپ کیسے خریدی ہوئی شے کے ساتھ محبت کر سکتے ہیں؟

زوار سے الگ ہوتے ہی اس نے خود کو تکلیف دینے والا سوال پوچھا۔

کس نے کہا تم خریدی ہوئی چیز ہو؟؟؟

وہ۔۔۔۔ وہ 90 کروڑ۔

اس کی آواز تک لڑکھڑانے لگی۔

تم نے مجھ سے ابھی تک شادی کا تحفہ نہیں لیا۔

بتاؤ کیا لو گی۔ زوار نے جیسے اس کا دھیان بٹانا چاہا۔

میں آپ کا قرض اتارنا چاہتی ہوں۔

ٹھیک ہے پھر تم ایسا کرو اپنے شوہر سے پیسے لے کر مجھے دے دو۔ تمہاری خاطر وہ اتنی رقم تو دے ہی سکتا ہے۔

کہنے کے بعد وہ جانچتی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

ہاں یہ ٹھیک ہے میں ان سے بات-----

اس کے چہرے پر ناگواری ابھری۔

آپ مجھے بے وقوف بنا رہے ہیں۔

اس نے بڑی معصومیت سے منہ کا زاویہ بگاڑا زوار کی ہنسی کی آواز کمرے میں گونجی۔

ٹھیک ہے میں کام کر کے آپ کا قرض اتار دوں گی بس آپ مجھے کام بتا دیں۔

اس نے بغیر سنے ہی کام قبول کرنے کی ٹھان لی۔

تو طے ہوا جب بھی میں گھر میں قدم رکھوں تمہارا چہرہ مجھے پہلے نظر آنا چاہیے جب تک صبح کو میں نہ جاؤں تم کمرے سے اٹھ کر نہیں جاؤ گی اور اگر تمہاری ڈیوٹی ایک دن بھی مسنگ ہوئی تو تمہیں سود سمیت جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔



اگر مگر کچھ نہیں اب چلو سو جاؤ صبح سے کام پہ لگ جانا۔ وہ تو جیسے بت بن چکی تھی۔

○○

ٹھنڈی گہری رات میں وہ اپنے لیے خود رات کا کھانا بنا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بہت تھکاوٹ تھی چولہے کی آنچ کو ہلکا کر کے وہ نل تک ہاتھ منہ دھونے آیا۔ وہ منہ دھونے کے بعد پلٹ رہا تھا جب اس کا دروازہ زور سے بجا۔

اس وقت کون ہو سکتا ہے؟؟؟

اس نے سوچا مگر چوکھٹ پر کھڑے شخص کو جیسے بہت جلدی تھی وہ تیز قدموں سے چل کر آیا اور دروازہ کھول دیا۔

وہ زمین پر بے سد پڑی تھی اس کا سانس پھولا ہوا تھا جیسے وہ کئی میلوں سے دوڑ کر آئی ہو۔

وہ چہرہ اسے جانا پہچانا سا لگا دیکھا سا۔۔۔۔۔

کسی ہجوم میں ،،،، شاید!!!!

اس نے دماغ پر زور دیا مگر وقتی طور پر اسے یاد نہ آیا پھر اس لڑکی کی حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے وہ سہارا دے کر اندر لے آیا۔

پانی پینے کے بعد جب وہ کچھ حد تک ریلیکس ہوئی تو وہ چیئر پر اس کے سامنے آ بیٹھا۔

وہ لڑکی اسے ایسے دیکھ رہی تھی جیسے نہ جانے برسوں سے اسے جانتی ہو۔

کیا آپ بتانا پسند کرے گی کہ آپ یہاں کیوں آئی ہیں؟

میں آپ کی پناہ میں آئی ہوں حارب۔

وہ اس کا نام تک جانتی تھی اب تو اسے مزید تجسس ہونے لگا۔

پناہ!!!!!!؟؟؟؟؟

میں کچھ سمجھا نہیں میں نے تو شاید آپ کو کبھی دیکھا۔۔۔۔۔

دیکھا ہے۔ آپ نے مجھے اچھی طرح دیکھا ہے۔

میں نے بھی دیکھا ہے مگر میں آپ کی طرح بھولی نہیں ہوں میں مہروش کی بہن ہوں

ارملہ۔۔۔۔۔

حارب کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہی ایک ساتھ کئی سوالوں کا انبار اس کے ذہن میں لگ

گیا۔

ایسے مت دیکھو میں واقعی تمہاری پناہ میں آئی ہوں۔ عشبہ بائی نے مجھے بھی بچ دیا۔ وہ اب آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر رونے لگی۔

وہ بہت غلیظ انسان تھا میں بڑی مشکل سے وہاں سے آئی ہوں جب ہم جا رہے تھے تو میں نے آپ کو یہاں داخل ہوتے

دیکھا تھا اس لیے یہاں آگئی پلینز تم میری ہیلپ کر دو تمہیں مہروش کی قسم!!!!!!
اس نے جیسے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

تم بے فکر ہو کر رہو یہاں۔۔۔۔ میں صبح تمہیں عشبہ بائی کے یہاں چھوڑ دوں گا گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

نہیں نہیں ادھر نہیں ان کو بس پیسوں سے مطلب ہے وہ مجھے واپس وہی بھیج دے گی مجھے بس مہروش سے ملنا ہے وہ میری ضرور ہیلپ کرے گی۔

ٹھیک ہے میں صبح آپ کو وہاں لے جاؤں گا۔

اور پھر اس فیصلے نے حارب زندگی کا موڑ بدل کر رکھ دیا تھا۔

صبح اس کی آنکھ کھلی تو اذانیں ہو رہی تھیں اس نے اٹھنا چاہا تو زوار کی باتیں اس کے ذہن میں آئی وہ اس کے اٹھنے سے پہلے کیسے اٹھ کر جا سکتی تھی۔

مہروش نے جانے انجانے میں اس کا کندھا اچھی طرح پکڑ کر جھنجھوڑ دیا۔

وہ فٹافٹ اٹھ کر بیٹھ گیا جیسے وہ ڈر گیا ہو مہروش نے اس کے چہرے پر دیکھا تو اس کی ہنسی چھوٹ پڑی۔

پھر وہ اس حد تک ہنسی کہ اس کا سانس تک پھول گیا۔

وہ بغور اسے دیکھتا رہا اور پھر یک دم اس کی ہنسی ختم گئی۔

بس ہو گیا۔۔۔۔۔ اب بتاؤ کیوں جگایا۔۔۔

نماز کے لیے جانا تھا۔

تو چلی جاتی ہے مجھ پر حملہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

آپ نے تو کہا تھا جب تک آپ نا جاگے میں نہیں اٹھ سکتی۔

بس یہی کام یاد رہا اور باقی کا؟؟؟؟؟

پہلے مجھے نماز پڑھنے دے۔۔۔

اچھا ٹھیک ہے جاؤ۔۔ وہ کہہ کر واپس لیٹ گیا۔

آپ نہیں پڑھیں گے؟؟؟؟؟

میں؟؟ مجھے کیا ضرورت ہے۔۔ زوار نے الٹا سوال کیا۔

ضرورت!!!

یہ ضروری تو نہیں کی ضرورت کے وقت رب کو یاد کیا جائے آپ سکون کے لیے بھی تو پڑھ سکتے ہیں۔

اچھا سکون۔۔۔ تم ہو تو سہی میرے پاس کس نے کہا میں بے سکون ہوں؟

مہروش کے چہرے پر دوبارہ اداسی آگئی۔

دیکھو مہر!!!!

مجھے سکون، چین، محبت آسائش سب کچھ بغیر مانگے مل گیا ہے اس کے لیے میں رب کا شکر گزار ہوں مگر مجھے کہاں ضرورت ہے عبادات کرنے کی اور میرے نماز نہ پڑھنے پر کون سا ان کی شان میں کمی آجائے گی تم جاؤ اب نماز پڑھ کر آؤ۔

مہروش بہت اداسی سے وہاں سے اٹھ آئی اور نماز کے بعد وہ ہمیشہ کی طرح اس کے لیے ہدایات کی روشنی مانگتی رہی۔۔۔

○○○○○○○○○●○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○○

وہ فیکٹریوں کا معائنہ کرنے کے بعد لوٹا تو وہ راہداری میں ہی اس کا انتظار کر رہی تھی گاڑی پورچ میں کھڑی کرنے کے بعد وہ اس کے پاس چل کر آیا۔

تھکی تو نہیں ہو؟؟

کس لیے؟؟

یوں کھڑے کھڑے۔

نہیں مجھے انتظار کرنا پسند ہے۔

اس نے سنجیدگی سے کہا۔ وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے لاؤنج میں آگیا وہ سکون سے بیٹھا تھا وہ اس کے لیے چائے بنا کر لے آئی پھر وہ اس کے ساتھ ہی صوفے پر جڑ کر بیٹھ گئی۔

وہ سارے دن کی سرگرمیوں کے بارے میں اسے بتاتی رہی اور وہ غور سے سنتا رہا مہروش کی اچانک چپ ہونے پر زوار نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو حارب کسی لڑکی کے ہمراہ چلا آ رہا تھا۔

زوار ایک سیکنڈ سے بھی پہلے اسے پہچان چکا تھا اور اس کے چہرے کے تاثرات عجیب طرح بدل چکے تھے اس کے برعکس مہروش بہت خوشی سے دوڑ کر ارملہ سے ملی تھی

-

oooooooooooooooooooooooooooo

تھینک یو سو مچ لالہ آپ نے ارملہ آپا کو یہاں لا کر مجھ پر احسان کیا ہے آپ بہت اچھے ہیں۔ اب آپا ہمارے ساتھ رہے گی۔ کہنے کے بعد وہ زوار کے چہرے پر دیکھنے لگی جو اب تک خاموش ہی رہا تھا۔

نہیں مہر !!

حارب ان کا خیال رکھ لے گا تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔

خان بابا پلیز وہ بچوں سی ضد کرنے لگے۔

حارب تم لے جاؤ ان کو گھر کسی چیز کی ضرورت پیش آئے تو مجھے کال کر دینا۔

اس کے بعد حارب اسے اپنے گھر لے آیا۔

مہر!! میں تمہارے معاملے میں کوئی رزک نہیں لے سکتا۔ مہروش نے اس کے چہرے پر دیکھا جہاں ڈر تھا کسی کو کھو دینے کا ڈر۔۔۔

اس نے مسکراتے ہوئے ہاں میں گردن ہلا دی۔

○○

ان کی شادی کو ایک ماہ ہونے والا تھا وہ ہر طرح سے مہروش کا خیال رکھتا تھا کسی نازک کانچ کی طرح اسے سنبھال کر رکھنا۔

اس نے ایک دن کہا تھا۔

خان بابا کیا میں یہاں بھی ہمیشہ بند رہوں گی۔

اس دن کے بعد وہ ہمیشہ اسے روز کہیں نہ کہیں گھمانے لے جاتا تھا۔

اس کی زندگی گل و گلزار بن کر رہ گئی تھی ایک سوال جو وہ آج تک اس سے پوچھنے کی ہمت نہیں کر سکی تھی وہ زوار کا کام تھا۔

اور پھر اس دن اس نے یہ کام بھی کر دیا۔

آپ کیوں اپنی زندگی کو جہنم بنا رہے ہیں اگر وہ گنہگار ہیں بھی تو قانون ان کو سزا دے دے گا۔

اس ملک کا قانون بک چکا ہے مہر سمجھو میں بھی خدمت خلق کا ہی کام کر رہا ہوں۔

مگر آپ کو حق نہیں ہے کہ آپ کسی کو نقصان پہنچائیں۔ آپ پلیز یہ کام چھوڑ دیں۔

سمجھو چھوڑ دیا۔۔۔ زوار نے کہا تو مہروش کو لگا یہ آخری مصیبت بس بھی اس کی زندگی سے

ختم کر دی گئی ہے۔

کسی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے چند ایک دنوں کا وقت کافی ہوتا ہے اور اس کے پاس تو ویسے بھی خوبصورتی کا ہتھیار تھا حارب ارملہ بے پناہ چاہنے لگا تھا اور پھر ان کی شادی کرنے کا فیصلہ کر دیا گیا۔

اگلے دن زوار مہروش کو شادی کی شاپنگ کروانے مال میں لے آیا۔

خان بابا بات سنیں!!

حکم کرے مہر جاں

ہم لالہ کی شادی پر سیم ڈریسنگ کر لیتے ہیں۔ اچھا لگے گا ہے نا۔ اس نے چٹکی بجاتے جیسے اہم فیصلہ کیا تھا۔

سیم ڈریسنگ مطلب ایک جیسے ڈریس مطلب اب تم خان بابا کو لہنگے اور ساڑھیاں پہنانے کی کاوشوں میں ہو۔۔۔۔۔

سوری خانم میں تمہاری طرح لہنگے اور ساڑھیاں نہیں پہن سکتا۔ کچھ عزت تو میری بھی ہے۔

نا سمجھی کا زوار نے فل ڈرامہ کیا تھا۔

میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ اس نے منہ پھلائے ہی جواب دیا۔

پھر کیا مطلب تھا مہر جاں کا۔۔

مطلب کپل ڈریس پہنتے ہیں اس میں کلر سیم ہوتے ہیں ادھر آئے میں آپ کو دکھاتی ہوں وہ اسے بازو سے تھام کر ایک بوتیک میں لے آئی اور سارے ڈریسز دکھانے لگی جس سے واقعی زوار انجان بن رہا تھا۔

پھر اس نے ایک ڈریس کی طرف اشارہ کیا جو مرجنڈا کلر کا ایک لہنگہ تھا جس پر نفیس سا سفید نگینوں سے کام کیا ہوا تھا وہ ڈریس اسے بہت پسند آیا تھا مگر آدھی آستین ہونے کے باعث زوار نے اسے نہیں لینے دیا۔

یہ دیکھو مہر یہ کتنا اچھا ہے نا۔

وہ اب دوسری جانب سے کھڑے تھے وہ زنک کلر کا پیروں کو چھوتا فراک تھا اور اس پر گولڈن کڑھائی کا نفیس سا کام کیا گیا تھا بلاشبہ وہ اس سے لاکھ گنا زیادہ خوبصورت تھا اس کے ساتھ ہی جینٹس کرتا وائٹ پاجامے کے ساتھ زنک کلر کا تھا اور اس پر موجود فل بازو والی واسکٹ اس کو مزید خوبصورت بنا رہی تھی۔

یہ ڈن کر لیتے ہیں۔ زوار نے مہروش کے چہرے پر نظر ڈالی جہاں اب خوشی تھی۔

آپ کی چوائس زیادہ اچھی ہے۔ مہروش نے مسکرا کر کہتے ہاں میں گردن ہلا دی۔

میری چوائس واقعی اچھی ہے مہر!! اس کا احساس تو تمہیں خود کو دیکھ کر ہوتا ہوگا۔۔۔۔

آپ بھ بہت پیارے ہیں۔ یہ مہروش کے منہ سے پہلی تعریف تھی جو زوار کے لیے نکلی تھی۔

oooooooooooooooooooooooooooooooo

ڈریسز لینے کے بعد وہ اسے میچنگ جیولری جوتے اور دوسری کاسمیٹکس دلوا رہا تھا اور ہر چیز زوار کی پسند کی تھی۔

لڑکیوں کا تو لاک ڈاؤن لگ گیا تھا جو اب خاندانی لوگ طوائفوں سے نکاح کرنے لگے ہیں۔

ان دونوں کے قدم وہی پتھر ہو گئے بیک وقت دونوں نے مڑ کر دیکھا تو وہ چہرہ مہروش کے لیے تو اجنبی تھا مگر زوار کے لیے نہیں۔

وہ اس چہرے کو میلے میں بھی پہچان سکتا تھا وہ عاتم تھا عاتم نواب شاہ۔۔۔ زوار اسے کیسے بھول سکتا تھا وہ خود ہی چل کر ان کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔

خان بابا آپ پلیز چلیں یہاں سے وہ اس کا بازو تھا میں اسے آگے کو دھکیلتی رہی۔

ویسے لوگ بھی نا بس اگر ان کو پتہ لگے کہ زوار خان کی بیوی طوائف خانے کی ایک قاتلانہ طوائف ہے تو لوگ تمہارے ساتھ ساتھ اس پر بھی انڈے ٹماٹر پھینکیں گے۔

عاتم نے کاٹ دار لہجے میں کہتے زوار کے دل و دماغ کے راستے بند کر دیے تھے۔

خان بابا نہیں۔۔۔ پلیز چھوڑیے جانے دیں اسے۔

آپ چلے نا ہم گھر چلتے ہیں۔ میں ہوں نا آپ کے ساتھ وہ اس کا بازو پکڑے جانے کا کہتی رہی۔

زوار کے لیے اس کا ساتھ ہی کافی تھا وہ اسی طرح زوار کا بازو تھا میں گاڑی میں لے آئی مگر وہ اچھا خاصا بد مزہ ہو چکا تھا گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے زوردار مکہ اسٹیرنگ پر دے مارا۔

نعوذ باللہ سائیں!!

یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ اس نے تڑپ کر اس کا ہاتھ تھاما اور اپنے ہاتھوں میں لیے پیار سے مسلنے لگی۔

کیا کہا تم نے!!!

میں نے۔۔۔ میں نے کیا کہا۔

ابھی تم نے کچھ کہا۔ مجھے کسی نام سے پکارا۔

سائیں۔۔۔۔۔

ہاں سائیں۔۔۔۔۔ کہاں سے سیکھا یہ نام؟؟؟

بہت پہلے ہم گاؤں میں ایک شادی پر گئے تھے وہاں کی عورتیں اپنے شوہر کو سائیں کہہ کر پکارتی تھی تو میرے منہ سے نکل گیا وہ جیسے شرمندہ ہونے لگی تھی۔

نہیں خانم! تمہارے خان کو اچھا لگا۔

اس کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ کر وہ مطمئن ہوئی۔

اب تو آپ اسے کچھ نہیں کہیں گے نا۔

کس کو؟

اس آدمی کو۔۔۔ وہ بد تمیز والا۔

نہیں مہر تم ایسا سوچنا بند کر دو میں اس کے ساتھ کچھ نہیں کرنے والا وہ تو میرا دوست ہے۔

دوست!! وہ بدتمیز آپ کا دوست ہے وہ الٹا اب شکوہ کر رہی تھی۔

ہاں دوست آج رات ہی اس کے ساتھ ڈنر ہے میرا گھر چلتے ہیں دیر ہو گئی تو وہ ناراض ہو جائے گا۔

مہروش ایک دم ہی خوش ہو گئی تھی۔

○○

دراصل بات یہ ہے کہ میری بیگم کا کہنا ہے کہ میں تمہیں ہاتھ نہ لگاؤں جس سے تمہیں تکلیف ہو۔

تو عاتم صاحب میں نے اس بارے میں بہت سوچا کہ میں بغیر تمہیں ہاتھ لگائے کیسے تمہاری مرمت بناؤں پھر میں نے سوچا تمہیں ڈنر کرا دیتا ہوں اچھا آئیڈیا ہے۔ ہے نا۔

نواب عاتم شاہ۔۔۔۔۔

زوار مجھے یہاں سے جانے دو ورنہ تم پچھتاتے رہ جاؤ گے۔

وہ ایک دم چیخا۔

جانے دوں؟؟ ایسے کیسے ابھی تو ڈنر بھی نہیں کیا حارب مہمان کے لیے ناقابل برداشت ڈش تو لے کر آؤ۔

زوار کے کہنے پر حارب دو اور لڑکوں کے ساتھ مل کر 10 سے 15 کریٹس انڈوں کے لیے لا کر اس کے سامنے رکھے۔

بہت شوق تھا تمہیں ہم میاں بیوی پر انڈے برستے دیکھنے کا۔ اب اگر تم اذیت کی موت نہیں مرنا چاہتے تو جو میں کہہ رہا ہوں کرو۔۔۔۔۔

زوار کا چہرہ غصے سے لال تھا عاتم کی باتیں اس کی برداشت سے باہر تھی۔ مہروش کے بارے میں بات کر کے وہ بچ جاتا ہے ایسے تو ممکن ہرگز نہیں تھا۔

میں ایسا نہیں کروں گا تم سے ڈرنے والا نہیں ہوں میں۔

عاتم اس کو مزید غصہ دلانے کی کاوشوں میں تھا۔ یا شاید اس کے قہر سے انجان تھا اسی لیے ایسا کر رہا تھا۔

زوار تو اس کو ہاتھ لگانے سے نہ رہا شاید اس لیے وہ سر پر چڑھا جا رہا تھا۔

اللہ کر کے میری آج شادی ہو رہی ہے اور تجھے آج بیماری پڑی تھی پنگا لینے کی اب جلدی جلدی زوار کی بات مان اور ہماری جان چھوڑ۔۔۔

وہ پھر بھی ڈھیٹ بنا بیٹھا رہا زوار کے اشارے پر حارب نے اپنے ہاتھ سے اس کے جبرے بھینچے اور زوار ایک ایک انڈا توڑ کر اس کے منہ میں ڈالتا گیا جب اس کا منہ بھر جاتا تو حارب اس کے پیٹ پر زوردار ٹانگ مارتا اور انڈوں کا مائع حلق سے اترتا جاتا۔

اور پھر دھاڑنے والا وہ بہادر عاتم شاہ صرف تین کریٹ انڈوں میں اپنی جان گوا چکا تھا جب وہ زمین پر گرا تو اس کے منہ سے عجیب عجیب غدود نکلتے رہے۔

○○○○○○○○○●○○○○○○○○○

○○○○○○○○○●○○○○○○○○○

تمہارے ہی لالا کی شادی ہے۔ اس کنواری ذات کا نکاح اگر اس کی بہن کی وجہ سے نہ ہوا تو بیچارہ قوما میں نہ چلا جائے۔

انہیں زنک کلر کے کیل ڈریسز میں مزین ان دونوں کا جلوہ ہی جلوہ تھا۔

مہروش کے گہرے سنہری بال کمر پر کھلے تھے جب وہ چلتی تو وہ دائیں بائیں لہراتے زوار اپنے مخصوص حلیے میں وائٹ ریسٹ وایچ پہنے جلد سے بال سیٹ کیے ہوئے وجیہ طبیعت کا مالک لگ رہا تھا۔ مگر وہ اب سب کے لیے خان بابا مگر اپنی مہر کے لیے اس کا سائیں تھا۔

آپ کو پتہ ہے آپ نے میری تھوڑی سی بھی تعریف نہیں کی۔

کہنے کے ساتھ اس نے انگلی اور انگوٹھے کے درمیان فاصلہ کر کے مقدار بھی بتا دی۔

تمہیں کیا ضرورت ہے تعریف کی۔

کیا مطلب ضرورت نہیں۔ کیا آپ کو تعریف کرنا نہیں آتا۔

وہ لڑنے والے انداز میں بولی تھی۔

کیسے کرتے ہیں تعریف؟؟؟

زوار بھی انجان ہی بنا رہا۔

کسی طرح بھی جیسے کسی خوبصورت شے سے تشبیہ دے دینا یا کچھ اور۔۔۔۔۔

کسی چیز سے تشبیہ دوں مطلب توہین کر دوں؟

توہین کیسی؟؟؟ وہ دو قدم کا فاصلہ سمیٹتی کمر پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔۔

اب چیزوں کو تم سے تشبیہ دوں گا تو تمہاری توہین ہو جائے گی۔ تم دنیا کی ہر چیز سے منفرد ہو۔۔۔ سب سے حسین۔

کوئی شے تمہارے مقابلے پر نہیں اتر سکتی۔

کیونکہ تم سب سے جدا ہو۔

قیمتی اثاثہ۔۔ زندگی بھر کے کمائی۔۔

میں تو تمہیں کبھی چاند سے بھی تشبیہ نہ دوں۔

اس نے کب مہروش کی کمر کو باہوں میں قید کر لیا اسے اندازہ ہی نہ ہو سکا۔

کیا میں اتنی گئی گزری ہوں کہ آپ مجھے چاند بھی نہیں کہہ سکتے۔ لاڈ کے ساتھ کہتے ہوئے اس نے زوار کے گلے میں بانہیں ڈال لی۔

چاند میں تو داغ ہیں مگر تم میں تو نہیں ہے تو میں تمہیں چاند کہہ کر تم پر داغ کیوں ظاہر کروں۔

مگر مجھے آپ سے کچھ نہ کچھ سننا ہے۔۔

وہ جیسے ضد پر آ چکی تھی۔

کچھ بھی، اس نے تصدیق چاہی۔

ہاں کچھ بھی۔۔۔ کچھ دلکش سا۔۔۔

زوار نے اسے کمر سے پکڑ کر مزید قریب کیا۔ وہ اس کے چہرے پر دیکھتی بس لفظوں کی طلبگار تھی۔

ہم تیرے بن اب رہ نہیں سکتے

تیرے بنا کیا وجود میرا

تجھ سے جدا اگر ہو جائے گے

تو خود سے ہی ہو جائے گے جدا

وہ یک ٹک سو سے دیکھ رہی تھی حیرت تو بنتی تھی خان ہو کے وہ اتنا ڈیسنٹ سا سونگ جگا رہا تھا۔

کیونکہ تم ہی ہو

اب تم ہی ہو

زندگی اب تم ہی ہو۔۔۔۔۔

زوار نے اس کے چہرے پر جھولتی لٹ کو اس کے کان کے پیچھے کیا۔

چین بھی۔۔۔ میرا درد بھی

میری عاشقی اب تم ہی ہو

وہ آنکھیں بند کیے اس کے سینے پر سر ٹکا گئی ایک خواب خوابوں کے جہاں میں۔۔۔۔

تیرا میرا رشتہ ہے کیسا

ایک پل دور گوارا نہیں

تیرے لیے ہر روز ہے جیتے

تجھ کو دیا میرا وقت سبھی

آنکھوں کے سامنے کا منزل صاف نظر آ رہا تھا وہ کسی پھولوں سے بھری زمین پر تھے ارد
گرد پرندے چہک رہے تھے۔

کوئی لمحہ میرا۔۔۔ نا ہو تیرے بنا

ہر سانس پہ نام تیرا

کیونکہ تم ہی ہو۔۔۔ اب تم ہی ہو

زندگی اب تم ہی ہو۔۔۔۔۔

چین بھی۔۔۔۔۔ میرا درد بھی

میری عاشقی اب تم ہی ہو

وہ ہر پھول کی خوشبو کو اپنے اندر اتار رہی تھی وہ جیسے پورا جہاں ایک ساتھ گھوم رہی
تھی۔

تیرے لیے۔۔۔ ہی جیا میں

خود کو جو یوں دے دیا ہے

تیری وفانے مجھ کو سنبھالا

سارے غموں کو دل سے نکالا

تیرے ساتھ میرا ہے نصیب جوڑا

تجھے پا کے ادھورا نا رہا

اسے دور کہیں روشنی دکھ رہی تھی وہ اسی سمت دوڑی چلی جا رہی تھی۔

کیونکہ تم ہی ہو

اب تم ہی ہو

زندگی اب تم ہی ہو۔۔۔۔۔

پھر جیسے ہر منظر بدلنے لگا اسے ٹھوکر لگی اور وہ کسی گہرائی میں گرتی چلی گئی ایک زور دار چیخ کے ساتھ وہ اس سے الگ ہوئی منظر اب صاف تھا خواب ٹوٹ چکا تھا۔
کیا ہوا مہر۔۔۔

وہ تڑپ کر اس کے پاس آیا وہ تیز تیز سانس لے رہی تھی۔

مہر۔۔۔ مہر ادھر دیکھو میں ہوں نا گھبرا کیوں رہی ہو؟

بتاؤ کیا ہوا؟ وہ پریشان سا اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے بنے پیالے میں لیے کھڑا تھا۔

آپ۔ آپ۔۔۔ آپ میرے ساتھ ہیں۔۔

ہے نا اپنی مہر کے ساتھ۔۔۔۔

وہ اس کا ہاتھ تھامے بول رہی تھی آواز میں لڑکھڑاہٹ تھی۔

میں ہی تو ہوں تمہارے ساتھ بس میں اور کوئی نہیں ریلیکس ہو جاؤ۔۔۔۔

زوار نے اسے اپنے ہاتھوں سے پانی پلایا گہرے سانس لے کر وہ اب ریلیکس ہو چکی تھی

اب وہ لوگ حارب کے گھر کے لیے نکل رہے تھے مگر اس کا خواب؟؟؟

oooooooooooooooooooooooooooo

Welcome in to prime urdu novels & publications.

پرائم اردو ناولز میں خوش آمدید۔

پرائم اردو ناولز میں بحیثیت لکھاری شمولیت اختیار کریں اور اپنی تحریروں، ناولز، افسانوں کا پی ڈی ایف لنک حاصل کریں۔ اور دنیا بھر میں ہماری ویب سائٹ کے لاکھوں قارئین تک اپنی تحریر ایک کلک میں پہنچائیں۔

اگر آپ اپنی تحریروں کو کتابی شکل میں محفوظ کرنا چاہتے ہیں تو ہم آپ کو خصوصی ڈسکاؤنٹ پر آپ کی مرضی کی تعداد میں کتابیں بنا کر دیں گے۔

ہمارے گروپ میں اپنی تحریر اپنے پیج لنک کے ساتھ پوسٹ کریں اور اپنے پیج کی پروموشن کے لئے اس سنہرے موقع سے فائدہ اٹھائیں۔

اپنے پیج پر ہماری ویب سائٹ کا پی ڈی ایف لنک شیئر کرک اپنے ریڈرز کو پی ڈی ایف سے آف لائن ناولز پڑھنے کی سہولت فراہم کریں۔

اپنے ناولز کو ویب سائٹ کے ساتھ دیگر سٹریمنگ پلیٹ فارمز جیسے یوٹیوب پر بھی پڑھنے کی سہولت فراہم کریں اپنے ریڈرز کو۔

اپنی تحریروں کے لئے دیدہ زیب اور دلکش ٹائٹل اور پرموشنل پوسٹ بنوانے کے لئے ہمارے گرافک ڈیزائنر کی خدمات مفت حاصل کریں۔

اگر آپ کو اپنی تحریروں کو لکھنے میں راہنمائی کی ضرورت ہو تو ہماری ٹیم میں موجود سینئر لکھاری آپ کو مکمل راہنمائی فراہم کریں گے۔

تو پھر دیر کس بات کی، ابھی ہمارے گروپ کو جوائن کریں اور اپنی تحریر پوسٹ کریں اور ہماری ٹیم کا حصہ بن جائیں۔ کیوں کہ ہم اپنے سب لکھاریوں کو ساتھ لے کر چلنا چاہتے ہیں۔ مزید معلومات کے لئے ہمیں میسنجر پر انبکس کریں یا واٹس ایپ پر رابطہ کریں۔

Whatsapp : 03335586927

Prime Urdu Novels Group Link

<https://www.facebook.com/groups/517883045059344/>

زندہ ہونے کی یہ ترکیب نکالی میں نے
اپنے ہونے کی خبر سب سے چھپالی میں نے
اسی واسطے تو سینچا تھا لہو سے اپنے
جب سنورا چمن تو آگ لگا دی میں نے
میں آج تمہیں جان سے مار دوں گی جازل اور خبردار اگر تم نے مجھے ریلیکس رہنے کا کہا تو
منہ نوچ لوں گی تمہارا۔
جینٹس اور شرٹ پر لمبا اور کوٹ پہنے لمبی کالی ہیل پہنے ٹک ٹک سیڑھیوں سے اترتی چیخ
رہی تھی۔

وہ لاؤنچ میں بے نیاز سا بیٹھا کافی پی رہا تھا۔

ایک منٹ۔۔ ایک منٹ بھی میں مزید صبر نہیں کروں گی ایک دن وہ آئے گا ہمیں گاڑھ کر چلا بھی جائے گا اور تم بے بی کول ڈاؤن بے بی کول ڈاؤن کرتے رہو گے۔

اب تم سن رہے ہو کیا!!!

جازل کو چپ بیٹھا دیکھ کر وہ مزید دھاڑی۔

نہیں بہرا ہو گیا ہوں۔۔۔ وہ جیسے تنگ آ کر بولا۔

شٹ اپ میں کچھ بھی نہیں جانتی میں مزید زوار کو آزاد گھومنے نہیں دے سکتی ہمارا بچا کچا بھی وہ برباد کر کے چلا گیا ہے اس بار تو اس نے ہمارا اربوں کا نقصان کیا ہے جازل تمہاری چوسنی لے کر نہیں بھاگا وہ جو دو منٹ رو کر چپ کر کے بیٹھ جاؤ گے۔

ڈوب مر جانے کا مقام ہے وہ ایک رات میں پاکستان سے یہاں آ کر ہمارا سارا بزنس دوبارہ سے چٹ کر کے چلا گیا اور تم یہاں بیٹھے مزے سے کافی پی رہے ہو۔

چنچ چنچ کر ایسے گلا پھاڑنے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں۔ فالتو کا دماغ خراب کرنے کا پتہ ہے بس تمہیں۔ جانتی کیا ہو تم بس اتنا کہ اس نے پہلے ہمارا ٹرک پکڑا پھر گھر تباہ کر دیا مگر

احسان مانو اس نے ہمارے پاس ہماری گاڑی تو چھوڑ دی جسے بیچ کر ہم باسانی یہاں سیٹل ہوئے ورنہ کہاں سے بھیک مانگتی تم۔۔۔۔۔

مجھے ایسا لگتا ہے تم میرے نہیں اس کے بوائے فرینڈ ہو اور وہ جو ایک ہی رات میں پاکستان سے یہاں کر سب کچھ پھر جلا کر چلا گیا اس کا کیا آتش بنا پھر رہا ہے وہ اور تم تم پھولے ہوئے غبارے تم سے کچھ نہیں ہوگا جو کروں گی میں خود کروں گی۔

وہ اونچی آواز میں چیختی چلاتی صوفے پر بیٹھ گئی۔

تمہاری آواز اتنی چرچری ہے میرے کانوں نے پناہ مانگ لی ہے۔

وہ میں نے بچپن میں سیٹی کھالی تھی۔

وہ طنزیہ کہتی اپنے موبائل پر کوئی نمبر ڈائل کرنے لگی اس کی کافی ختم ہوئی تو وہ وہاں سے اٹھ گیا۔

oooooooooooooooooooo

اللہ نظر بد سے بچائے آج تو کمال کے ہینڈ سم لگ رہے ہیں آپ۔۔۔

ہینڈ سم تو لگوں گا ہی آخر لالہ کس کا ہوں؟؟؟

یہ ہوئی نا بات چلیں آپ نیچے چلیے میں آپ کے دلہن کو لے کر آتی ہوں۔ ہاتھوں سے فراک کو تھامتی ہوئی وہ ارملہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئی زوار مدہوش سا اس کی کمر پر جھولتے بالوں کو دیکھتا رہا۔

چلیں۔۔۔

حارب نے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بچاتے کہا تو اسے دنیا کا ہوش آیا۔۔۔

زوار کا یہ دیوانہ پن دیکھ کر ادلال اور حارب کی ہنسی روم کی فضا میں گونجی تو زوار شرمندگی سے سر جھکا گیا۔

عورت چیز ہی ایسی ہے مرد اگر اس سے محبت کرے تو وہ کمزور ہو جاتا ہے اور محبت دینے والے مرد کو پا کر عورت ہمیشہ طاقتور رہتی ہے۔

تم ٹھیک کہہ رہے ہو ادلال حاذقہ اور مہروش دونوں ہی کتنی ڈر پوک تھی اور اب تو لگتا ہے تم لوگوں کو بھی پیٹ دے گی۔۔۔۔

حارب کے کہنے پر اس بار زوار بھی ہنس دیا۔

oooooooooooooooooooooooooooo

وہ صحن میں آئے تو مولوی صاحب پہلے سے موجود تھے شادی میں ادلال حاذقہ اور زوار کی فیملی ہی موجود تھی مگر پھر بھی رونق دگنی ہی تھی۔

نکاح ہونے کے بعد ارملہ کو اس کے ساتھ لا کر بٹھا دیا گیا۔

زوار دور کونے میں کھڑا کسی سے کال پر بات کر رہا تھا مگر اس کی نظریں اپنی مہر پر ہی جمی ہوئی تھی۔

ایک تصویر بنتی ہے رکے میں خان بابا سے فون لاتی ہوں آپ کہیں جائیے گا نہیں۔۔۔۔

ارے اس کی کیا ضرورت ہے تم یہ فون لے لو بعد میں زوار کے نمبر پر سینڈ کر دینا۔
حارب نے اپنا موبائل اسے پکڑایا تو اس نے دھڑا دھڑا ایک ساتھ کئی تصویریں لے لی۔
حارب اٹھ کر چلا گیا۔

ادھر دیکھیں آپا کتنی پیاری تصویریں آئی ہیں نا۔
وہ خوشی سے کہتی اس کے ساتھ بیٹھ گئی اور ایک ایک کر کے تصویریں دکھانے لگی۔
یہ کون سی ویڈیو ہے دکھانا ذرا۔۔۔

مہروش ویڈیو کو سکپ کر رہی تھی جب ارملہ نے اسے روکا۔
نہیں آپا لالہ کی پرسنل ہو سکتی ہے ہم پوچھ کے دیکھ لیں گے بعد میں۔
ارے کچھ نہیں ہوتا ان کا کیا پرسنل ہو سکتا ہے لگاؤ تو سہی بعد میں بتا دیں گے ہم۔
ادھر دکھاؤ میں آن کرتی ہوں۔

ارملہ نے اس کے ہاتھ سے فون لے کر وہ ویڈیو آن کر دی۔

کیمرہ آن کرو حارب اسے بھی تو پتہ لگے کہ ویڈیو ہو یا تصویر ہمیشہ اپنی ہی اچھی لگتی ہے زوار اپنے سخت ہاتھوں سے اس کے جڑے پکڑے بیٹھا تھا۔

مہروش کو لگا وہ قیامت کا منظر دیکھ رہی ہے جس کے بعد وہ اٹھ نہیں سکے گی ارملہ مہروش کے چہرے پر جب کہ مہروش سکرین پر دیکھ رہی تھی۔

سنجھال کر رکھو حارب ان آنکھوں کو اور ویڈیو میں زوم کر کے دکھانا اور پھر سکرین پر زوار کا چہرہ واضح نظر آیا۔

مہروش نے جھٹکے سے فون پرے پھینکا زوردار ٹکراؤ کی وجہ سے موبائل ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔

یہ۔۔۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے وہ وہ اس قدر ظالم اس کے ہاتھوں کی کپکپاہٹ اتنی تیز تھی جیسے کرنٹ دوڑ رہا ہو۔

مہروش کہاں جا رہی ہو؟؟

می۔۔۔ میں مجھے ان کے پاس جانا ہے۔

وہ وہاں سے اٹھ کر کانپتے وجود کے ساتھ مردوں والی سائیڈ پر بھاگنے لگی۔

فراک کا دامن سنبھالتی وہ زوار کو تلاش کر رہی تھی جب وہ ایک صحت مند آدمی سے ٹکرائی۔

سوری انکل وہ ان سے معذرت کرتے آگے بڑھنے لگی۔

ارے بیٹا دھیان سے چلا کرو ایک تو خیر سے تمہارا شوہر ایسا ہے اگر تم سے کوئی کچھ کہہ دے تو زندہ نہیں چھوڑتا اگر میری ٹکمر سے تمہیں چوٹ لگ جاتی تو پتہ نہیں کیا کرتا۔۔۔۔۔

وہ کہہ کر آگے بڑھ گیا جب کہ مہروش کے پاؤں کسی زنجیر میں جکڑے جا چکے تھے وہ جانتی تھی خان بابا ظالم ہیں مگر وہ ٹی وی پر سننے والی خبروں میں ہونے والا ذکر زوار کا ہوتا تھا وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

اس کا تو یہی خواب تھا کہ وہ اس شخص کو سلاخوں کے پیچھے بھجوائیں مگر یہاں تو کچھ اور ہی ہو گیا تھا۔

اس کے دل میں اگر کوئی سوچ چل رہی تھی تو بس یہی کہ وہ قاتل ہے قاتل انسانیت کا خاتمہ کرنے والا بے رحم بے حس حیوانوں سے بھی بدتر سلوک کرنے والا وہ کیسے اس کے ساتھ رہ سکتی تھی ایک قتل کی معافی آسان نہیں اور وہ نہ جانے کتنوں کو دردناک موت دے چکا تھا۔

oooooooooooooooooooooooooooo

مہر تم بھی ناکب سے تمہیں ڈھونڈ رہا ہوں آنکھوں سے او جھل نہ ہوا کرو میرے کتنی بار سمجھاؤں تمہیں۔ چلو اب دیر ہو رہی ہے۔

وہ پیار سے اسے ڈانٹتا ہوا اس کا ہاتھ تھامنے لگا جسے اسی وقت مہروش نے جھٹک دیا تھا۔

مہر یہ کیا بد تمیزی ہے؟؟؟؟؟

ہاتھ مت لگائیے گا مجھے دور رہیں مجھ سے اپنا ہاتھ چھڑواتی وہ فاصلے پر جا کر کھڑی ہوئی۔

مہر کیا تم نے پھر کوئی برا خیال ذہن میں لایا ہوگا ادھر آؤ میرے پاس میں ہوں نہ تمہارے ساتھ۔

وہ دو قدموں کا فاصلہ طے کرتے کسی چھوٹے بچے کی طرح اسے بہلا رہا تھا۔

پلیز سائیں۔۔۔ میرے پاس مت آئیں۔ وہ روتے ہوئے ہاتھ کی پشت سے اسے روکنے لگی۔

زوار۔۔

حارب کی آواز پر اس نے گردن موڑ کر اس جانب دیکھا حارب کے چہرے سے ہوتی ہوئی نظر اس کے ہاتھ پر پڑی جو ٹوٹا ہوا موبائل لیے کھڑا تھا زوار بس گہرا سانس لے کر رہ گیا اگلے کچھ لمحوں تک وہ بھی کچھ نہ بول سکا۔

oooooooooooooooooooooooooooooooo

مزید کچھ تماشہ بنا ہے وہ اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھا میں گھر لے آیا وہ پورا راستہ روتی آئی اور اس کی جان ہی کتنی تھی جو وہ زوار کے گرفت سے آزاد ہو سکتی اسی مضبوطی کے ساتھ اس کا ہاتھ پکڑے وہ اسے اپنے کمرے میں لے آیا اور دروازہ لاک کر دیا۔

ڈریسنگ ٹیبل پر ایک ہاتھ رکھیں منہ نیچے کیے وہ اب بے آواز رو رہی تھی۔

مہر۔۔۔۔

تم جانتی ہو میں یہ سب چھوڑ چکا ہوں جو ویڈیو تم نے دیکھی ہے وہ بہت پرانی ہے اب تم ریلیکس ہو جاؤ پلیز۔۔۔۔

وہ خود کو با مشکل نارمل رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

جھوٹے ہیں آپ جھوٹ بول رہے ہیں کچھ نہیں چھوڑا آپ نے۔

آج بھی وہی ہیں جو کل تھے بس اب چہرے پر ایک نقاب چڑھا چکے ہیں بس۔

پوری زندگی میں شاید آج پہلی بار ہی اس کی آواز نکل رہی تھی۔

میری جان تم بہت جذباتی ہو رہی ہو سکون سے سوچو دماغ کو کچھ دیر کے لیے ٹھنڈا رکھو
میں نے اب کچھ نہیں کیا تمہیں غلط فہمی ہو رہی ہے۔۔۔۔۔

ڈریسنگ مرر پر سے اس نے ہاتھ ہٹایا دونوں ہاتھوں کی پشت سے آنسو صاف کیے اور گہرا
صاف فضا میں چھوڑا۔

ٹھیک ہے مان لوں گی سب کچھ سچ مان لوں گی۔

کر لوں گی آپ کی ہر بات کا یقین۔

آپ مجھے اپنے اس دوست سے ملوائیں جو ہمیں مال میں ملا تھا۔

ایک پل کو تو زوار کو سمجھ ہی نہیں آئی کہ وہ کیا بولے اور کیا نہیں۔۔۔۔۔

تم اس سے نہیں مل سکتی۔

جانتی ہوں میں اس سے نہیں مل سکتی۔ اور مل بھی کیسے سکتی ہوں آپ اسے موت کے

گھاٹ جو اتار چکے ہیں ایک اور انسانیت کا قتل کر چکے ہیں آپ۔۔۔۔۔

تمہاری طرف کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھے اور زوار اسے زندہ گھومنے دے یا تو پھر وہ مرد زوار
نہیں یا پھر تم اس کا سچا پیار نہیں اور ویسے بھی وہ کوئی نیک پارساں نہیں تھا جس کی موت
کا بیٹھ کر تم ماتم مناؤ۔

وہ جیسا بھی تھا آپ کو کس نے حق دے رکھا ہے کسی کو مارنے کا رہی بات میری تو اس کے کہنے پر میرے پاؤں میں گھنگرو تو نہیں بندھ گئے تھے نا۔۔۔۔۔

زبان کو لگام دو مہر۔

مجھے جو مرضی کہو خود پر بات کرنے کا حق نہیں دیا میں نے اور میں نہیں چھوڑ سکتا یہ سب ہزاروں دشمنوں میں جیتا آیا ہوں میں۔

مگر تمہاری حفاظت کا ذمہ دار بھی ہوں آنچ تک نہیں آنے دوں گا تم پر۔۔۔

زوار کو پہلے والے روپ میں آتا دیکھ کر وہ جیسے کانپ اٹھی تھی لیکن شاید وہ آج خاموش نہیں رہنے والی تھی۔

کیا آپ دشمن بنائے بغیر نہیں رہ سکتے؟؟

جو دشمن نہ رکھے وہ کبھی مرد نہیں ہوتا اور خان لوگ کبھی نامرد نہیں بن سکتے۔

مہروش اس کے منہ پر دیکھتی رہ گئی۔

کورٹ اتار کر بیڈ پر اچھالتے کف کے بٹن کھول کر آستین اوپر چڑھائے وہ بالکونی کا دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکل آیا اسے لگا جیسے تیز ہوائیں اس کے چہرے پر تھپڑ مار رہی ہے جس سے لوگ زندگی کے بجائے آسان موت کی بھیک مانگتے تھے وہ آج ایک لڑکی کا مقابلہ نہیں کر پا رہا تھا۔

ٹھنڈ میں کھڑے کھڑے اس کا جسم پتھر بن گیا تھا مگر اسے کہاں پرواہ تھی۔

رات تین بجے کے قریب وہ کمرے میں آیا تو وہ انہی کپڑوں کے ساتھ فرش پر بے سد پڑی تھی اس کے گالوں پر آنسوؤں کے نشان صاف ظاہر تھے نیچے جھک کر اسے باہوں میں اٹھا کر اسے بیڈ پر لٹایا اور ہیٹر آن کرنے کے بعد اس پر بیٹھ کور ڈالا۔

اس کا ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھ میں لیے وہ اس کے چہرے پر نظریں ٹکائے بیٹھا تھا۔

لیپ کے مدہم روشنی میں بھی اس کے چہرے کی چمک دگنی ہی تھی۔

میں کبھی تمہیں خود سے دور نہیں کروں گا پھر چاہے تمہیں قید کر کے ہی کیوں نہ رکھنا
پڑے تمہیں پا کر زندگی سے محبت کرنا سیکھا ہوں اتنی جلدی خود سے بیگانہ نہیں ہو سکتا۔

اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتا ہوا وہ کتنی دیر اس سے باتیں کرتا رہا۔

oooooooooooooooooooooooooooooooo

اگلی صبح کا منظر خلاف معمول دھند سے محروم تھا آسمان پر نیلی روشنائی پھیلی ہوئی تھی ہوا
میں خنکی پھیلی ہوئی تھی آج اس کی آنکھ جلدی کھلی یا شاید وہ ساری رات سویا ہی نہیں تھا۔
وہ معصوم سا چہرہ ابھی تک نیند کیا آغوش میں تھا بغیر قدموں کی آہٹ پیدا کیے وہ اٹھ کر
واشروم تک آیا۔

وہ نیچے آیا تو حارب اور ادلال پہلے سے ہی اس سے ملنے کے لیے آئے ہوئے تھے۔

تم دونوں اتنی صبح۔۔۔ خیرہت تو ہے اور تم۔۔۔ کنوارے نہیں رہے اب جو صبح صبح منہ اٹھا کر آگئے تم۔۔

زوار پلیز مجھے معاف کر دو مجھے اس موبائل کو اپنے استعمال میں نہیں رکھنا چاہیے تھا۔

حارب کے چہرے پر بے حد شرمندگی صاف واضح تھی۔

تم پاگل ہو گئے ہو جو ہونا تھا ہو گیا وقتی طور کا غصہ تھا اس کا میں منالوں گا اسے تم بے فکر رہو۔

حارب کے کندھے پر ہاتھ رکھتے اس نے تسلی تو دے دی مگر وہ خود بھی مطمئن نہیں ہوا تھا۔

oooooooooooooooooooooooooooooooo

تھوڑی دیر بعد وہ کمرے میں آیا تو وہ کپڑے بدل کر بیڈ پر سمٹ کر بیٹھی تھی زوار کو کمرے میں داخل ہوتا دیکھ کر وہ فوراً اٹھ کر اس کے پاس آئی زوار تو جیسے بے قرار ہی ہو گیا تھا۔

خان بابا مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔

اس کا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا۔

کر لینا بات پہلے سائیں بولو مجھے۔

نہیں پہلے میری بات سنیں۔

وہ ضد پر اڑ چکی تھی۔

اوکے مہر جاں فرمائیے۔

وہ سینے پر ہاتھ باندھے اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

آپ نے کہا تھا نا کہ میں آپ سے منہ دکھائی کہ تحفے میں کچھ بھی مانگ سکتی ہوں وہ ایک پل کو رکی زوار کو جواب کی منتظر تھی۔

زوار کے چہرے پر مسکراہٹ گہری ہوئی تھی مطلب مہروش نارمل ہو چکی تھی؟؟؟؟؟

بتاؤ خانم!!!! کیا چاہئے آپکو؟؟؟

مہروش کو چپ کڑا دیکھ کر اس نے دوبارہ کہا۔

طلاق چاہیے مجھے۔۔۔ نہیں رہنا مجھے آپ۔۔۔۔۔

چٹاخ!!!!!!

تمہاری ہمت کیسے ہوئی اتنا غلیظ الفاظ اپنے منہ سے نکالنے کی۔

زوار کے تھیٹر سے اس کا دودھیا گل لال پڑ چکا تھا زوار کی انگلیوں کی چاپ صاف نظر آرہی تھی۔

مجھے نہیں رہنا آپ کے ساتھ۔

وہ اب ہچکیوں کے ساتھ رونا شروع کرتی کر چکی تھی۔

یہ تم کیا کہہ رہی ہو مہر۔۔۔

کیوں خان کی جان کا اتنا بڑا امتحان لے رہی ہو تم مجھ سے کچھ بھی مانگ لو میری جان ہی مانگ لو مگر خود کو مجھ سے جدا کرنے کا سوچنا بھی مت۔

وہ اب پہلے سے کم غصے میں بولا تھا۔

خان بابا میں ایک بے حس انسان کے ساتھ نہیں رہ سکتی اور بے حس آپ خود ہیں مجھے آزادی چاہیے آپ سے سن رہے ہیں نا۔۔۔

نہیں نہیں سن رہا میں تمہاری فضول بکواس شروع ہونے سے پہلے میرے سننے کی حس ختم ہو جاتی ہے۔

رہنا تو تمہیں میرے پاس ہی ہے پھر چاہے اسے میری دسترس سمجھو یا قید۔۔ وہ غصے میں دروازہ لاک کر کے باہر نکل آیا اور وہ دروازہ بجاتی ہوئی چینتی رہی۔

ہاتھ میں ٹیوب لیے وہ زوار کی طرف بڑھا جہاں دائیں گال پر چاقو سے دھارے مارے ہوئی تھی اور خون کے ننھے قطرے ابھی تک رس رہے تھے۔

میری مرہم یہ نہیں ادلال مجھے مرہم بھی اسی کے ہاتھ کے چاہیے جس کی بدولت درد ملا ہے۔

تم پریشان نہ ہو وہ بہت جلد تمہیں سمجھ جائے گی۔

کاش ایسا ہی ہو بے بسی سے کہتا وہ صوفے سے ٹک گیا۔

oooooooooooooooooooooooooooo

اس دن وہ سارا دن کمرے میں بند رہی تھی اور ایک لمحے کے لیے بھی چپ نہیں ہوئی تھی۔

آج کی شام زوار کی زندگی کی اداس ترین شام تھی اور شاید اذیت ناک بھی۔

وہ ٹرے میں کھانا لیے اپنے کمرے میں آیا وہ صوفے پر بیٹھی ابھی تک رو رہی تھی۔

وہ ٹرے میں کھانا لئے اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

زوار کے چہرے پر نظر پڑتے ہی اس کی چیخ نکلتے نکلتے پچی۔

یہ۔۔۔۔ یہ آپ نے کیا۔۔ کیا؟؟؟؟

تم سے مطلب کھانا کھاؤ تم۔۔

اس نے لہجہ سخت ہی رکھا۔

اس نے گردن جھٹک کر رخ موڑ لیا زوار نے اپنے ہاتھوں سے کھانے کا نوالہ بنا کر اس کے منہ کے قریب کیے کیا۔

مہروش نے پوری قوت سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا اور نوالہ فرش پر جا گرا۔

آپ کو سمجھ نہیں آرہی ایک بات۔۔۔ دور رہے مجھ سے۔

وہ ایک جھٹکے میں وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

کیوں نہیں رہ سکتی میرے پاس؟؟؟

گھن آنے لگی ہے مجھے آپ سے۔

جھولی میں رکھی پلیٹ زوار نے اٹھا کر فرش پر پھینک دی فوراً سے اٹھ کر اس کے پاس آیا ایک ہاتھ سے اس کے بازو کو اپنی گرفت میں لیے دوسرے ہاتھ اس کی گردن کے پیچھے گزرتا ہوا بالوں میں پھنسا دیا۔

اپنا چہرہ اس کے چہرے کے قریب لے جاتے ہوئے اپنے گال اس کی نرم و ملائم گالوں سے مس کیے وہ سینے پر ہاتھ رکھے اسے دور دھکیلنے کی ناکام کوشش کرتی رہی اب وہ سسکیوں سے رو رہی تھی۔

زوار اپنی مرضی سے ہی اس سے الگ ہوا قمیض کے بازو پر چڑھاتا وہ پرسکون سا بیڈ پر لیٹ گیا۔

اچھی طرح رو لینے کے بعد اس نے فرش پر سے گرا ہوا کھانا اٹھا کر فرش صاف کیا زوار کو جیسے کوئی فرق نہیں پڑا تھا آنکھیں بند کیے وہ سو چکا تھا۔

oooooooooooooooooooooooooooo

رات کے پہر مہروش کی آنکھ کھلی تو وہ کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آگئی کچن میں آکر اس نے ہلدی سے کوئی لیپ تیار کیا اور باؤل میں لیے واپس اپنے کمرے میں آگئی۔

لیپ کی روشنی میں اس نے زوار کا چہرہ دیکھا۔

بال ماتھے پر بکھرے پڑے تھے۔ کانپتے ہاتھوں کے ساتھ اس نے لیپ کو اپنے ہاتھ کی انگلیوں میں لیا اور بہت نرمی سے اس کے گال پر لگانے لگی۔

باؤل کو بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھنے کے بعد وہ وہاں سے اٹھنے لگی۔

جب اتنی فکر ہوتی ہے تو کیوں دیتی ہو تکلیف۔۔

زوار نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔

آپ کو بس اپنی تکلیف کا پتہ ہے اور جو آپ کے ساتھ رہ کر مجھے ہو رہی ہے اس کا کیا۔

مہر میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں دیتا۔۔۔

پر مجھے تو ہوتی ہے نا مجھے لگتا ہے میں جہنم کی آگ میں جل رہی ہوں اور میرا جسم خاک

ہو جائے گا۔

اب کے مہروش کا لہجہ بھی نارمل ہی تھا۔

تم سمجھنے کی کوشش تو کرو مہر اگر میں شریف ہوا تو زمانہ بد معاش ہو جائے گا پھر نا تم خوش رہ سکو گی اور نا ہی میں۔۔۔۔

میں ویسے بھی آپ کے ساتھ خوش نہیں رہ سکتی۔
اپنے ہاتھ سے زوار کا ہاتھ الگ کرتے ہوئے صوفے پر آکر لیٹ گئی۔

oooooooooooooooooooo

دو دن ہونے کو تھے مگر مہروش کے رویے میں کوئی بہتری نہیں آئی تھی۔
اس کی یہی ضد تھی کہ اسے زوار سے الگ ہونا ہے اور وہ جیسے اس ضد پر ڈٹ کر رہ گئی تھی۔

اس کی ہر ایک حرکت ایسی ہوتی تھی جو زوار کا صبر آزماتی تھی۔

مگر وہ برداشت کرتا جاتا نہ تو وہ خود دو دن سے کچھ کھا پی رہی تھی اور نہ ہی زوار نے کھایا تھا وہ اپنے کاموں سے بھی لا تعلق ہو کر رہ گیا تھا۔

اور پھر اس دن حد ہو گئی وہ مہروش کو ساتھ لئے حارب کے گھر پر موجود تھا۔

پتہ نہیں اس نے کہاں سے وہ تلاش کی تھی شاید حارب کے گھر سے ہی نکالی ہوگی وہ ہاتھ میں کوئی زہریلا مواد لیے کھڑی تھی ہاتھ میں پکڑی گولیاں بس منہ تک ہی لے جانے والی تھی جب عین وقت پر زوار وہاں آن پہنچا۔

اس نے جھٹ سے اس کا ہاتھ جھٹکا اور گولیاں کہی دور جا

گری۔۔۔۔

زوار نے بازو سے کھینچ کر اسے سینے سے لگایا مگر وہ مزاحمت کرنے لے گی۔

آپ کے ساتھ ساتھ رہنے سے بہتر ہے میں حرام موت مر جاؤں۔۔۔

مجھے مر جانا منظور ہے مگر میں آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔

اور پھر وہاں زوار کے صبر کی انتہا ہوئی تھی یا پھر اسے غصہ آیا تھا فیصلہ کرنا مشکل تھا اسے

پتہ تھا تو بس اتنا کہ وہ اپنے ہاتھوں آج جینے کا مقصد ختم کر چکا ہے۔

لے جاؤ اسے حارب۔۔۔

زوار مہروش کو خود سے الگ کرتے زوردار آواز میں دھاڑا تھا۔

وہ چلاتا ہوا اس کے پیچھے دوڑتا چلا آیا مگر وہ گاڑی میں بیٹھ کر ان کی نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

○○

میری حسرت ہے کہ تم مجھے مل جاؤ
میری دعا ہے تیرے ناملنے پہ میں مر جاؤں

کس سے ہار کر آ رہے ہو ???

خود سے۔۔۔

وہ لاونچ میں داخل ہوا تھا سراج خان پہلے سے ہی وہاں موجود تھا۔۔

اگر عورت وفادار ہوتی تو طوائف کے کوٹھے نا ہوتے۔۔۔

زوار نے سراج خان کی طرف دیکھا جو چائے پی رہے تھے حیران مت ہو تمہیں لگا تم باپ کو بے خبر رکھ سکتے ہو؟؟؟

بابا وہ تو طوائف نہیں۔۔۔۔ میری زندگی ہے وہ کیسے میری زندگی مجھ سے چھین سکتی ہے۔۔۔۔

کیا حالت بنا رہے ہو خود کی۔۔ وہ جانا چاہتی ہے تو جانے دو تم۔۔۔ زوار خان ہو کوئی مجنوں نہیں۔۔

تم نے اس سے محبت کی اور وہ چاہتی تو مان رکھ سکتی تھی مگر اس نے نہیں رکھا تم اپنی زندگی پر اس کے بارے میں سوچنا چھوڑ دو۔

وہ کہہ کر اٹھ گئے اور زوار دونوں ہاتھوں سے انگلیاں بالوں میں الجھائے بیٹھا رہا۔

oooooooooooooooooooooooooooo

تین دن سے وہ کمرے میں بند تھا آج سراج خان خود دروازے پر اسے بلانے آیا تھا۔۔

وہ کیا تھا اور کیا بن کے رہ گیا تھا۔

کئی بار دروازہ بجانے پر آخر اس نے دروازہ کھول دیا۔

تین دن سے وہ انہی کپڑوں میں موجود تھا چہرے کا رنگ بدل کر پیلا زرد ہو چکا تھا۔

حالت سیٹ کر کے نیچے آؤ۔

سراج خان نے اتنے سخت لہجے میں کہا کہ وہ ہاں میں گردن ہلا سکا۔

تھوڑی دیر بعد وہ نیچے آیا تو اس کے کپڑے چینج کیے ہوئے تھے۔

وہ ڈائنگ ٹیبل پر آ کر بیٹھ گیا۔

کھانا کھاؤ زوار۔۔۔

فرحال نے پلیٹ میں کھانا ڈال کے اس کی طرف بڑھایا۔

بابا جان میرے دل میں آگ جل رہی ہے۔۔۔۔۔

وہ ہاتھ سے سینہ مسلتے ہوئے اتنی معصومیت سے کہہ رہا تھا جیسے چھوٹا بچہ بخار کا بتا رہا ہوں۔

زوار کھانا کھاؤ تم۔۔

سراج نے اس کی بات نظر انداز کیے اسے ڈپٹ کر کہا۔

وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھامے بیٹھ گیا سب لوگ اپنا کھانا روک کر اسے ہی دیکھنے لگے پھر وہ وہاں سے اٹھ کر راہداری کی طرف بھاگنے لگا۔۔۔۔

تیزی سے گاڑی میں بیٹھ کر انجن آن کیا۔

ایکسیلیٹر پر پاؤں دباتا ہے اس نے تیزی سے گاڑی گیٹ سے باہر نکالی۔

عابش گاڑی نکالو سراج خان فٹافٹ کھڑے ہوتے ہوئے اس سے کہا اور وہ بھی گاڑی نکالنے لگا۔

[illegible]

گاڑی اس نے حارب کے گیٹ پر ہی آکر روکی۔

مہر۔۔۔ میری مہر کہاں ہے؟؟ حارب میری مہر۔

وہ اس کے گریبان میں ہاتھ ڈالے بے بسی سے کہہ رہا تھا۔

زوار تم آرام سے سانس لو ہم بات کر لیتے ہیں سکون ہے۔

نہیں۔۔۔۔ نہیں تم مہر کو بلاؤ کہاں ہے۔۔۔ مہر۔۔

وہ اونچی اونچی آواز میں اسے پکارنے لگا۔

وہ یہاں نہیں ہے۔۔۔ زوار۔۔

یہاں نہیں ہے مطلب!!! کہاں ہے وہ بتاؤ؟؟؟ حارب کہاں ہے وہ۔۔

تم نے کہا تھا زوار جہاں سے لائے ہو میں اسے وہیں چھوڑ آؤں تو۔۔۔۔

تو کیا حارب کہاں چھوڑ آئے ہو اسے۔۔۔۔

طوائف خانے۔

اس بار ارملہ کی آواز آئی جو سیڑھیوں سے اتر رہی تھی۔

ہاں زوار وہیں سے تو لائے تھے تم اسے تو حارب اسے وہیں چھوڑ آیا ہے۔۔۔۔

تم پاگل ہو گئے تھے حارب وہاں سے ہم مہروش کو لائے تھے مگر اپنی مہر کو میں اس پرانے

گھر لایا تھا اور میں نے تمہیں وہیں کا کہا تھا۔۔۔۔

آہ۔۔۔۔ میرے خدایا یہ کیا کر دیا۔۔۔۔

وہ لڑکھڑا کر رہ گیا وہ کبھی اپنا سر پکڑتا کبھی سینہ ملتا اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا دماغ اور دل ایک ساتھ پھٹنے کو تھے اور پھر اسی لمحے وہ زمین بوس ہو کر رہ گیا۔۔۔۔۔

دیکھیے ان کے کنڈیشن بہت کریٹیکل ہے ان کو ہارٹ اٹیک آیا ہے اگر اگلے 24 گھنٹوں تک ان کو ہوش نہ آئے تو وہ قوما میں جاسکتے ہیں اور دوبارہ کبھی زندہ اٹھ بھی سکیں گے یا نہیں اس کی بھی کوئی گارنٹی نہیں ہے مگر آپ لوگ دعا کرتے رہیے۔۔۔۔

اور پھر ان کے اگلے 24 گھنٹے قیامت کے برابر گزرے تھے کوئی لمحہ ایسا نہیں تھا جس میں انہوں نے دعا مانگی ہو مگر رب سے رو کر زوار کی زندگی مانگنے والا صرف حارب تھا اور پھر 24 گھنٹوں کا یہ وقت ان کی زندگیوں کا بدترین وقت گزرا تھا وہ کوما جیسے مرض سے تو نکل آیا تھا مگر پھر بھی دو ہفتوں تک اسے ہسپتال میں ہی رکھا گیا۔

oooooooooooooooooooooooooooooooo

چھوڑ دو زوار وہ تمہیں کہیں نہیں ملے گی۔

اسے جب سے ذرا ہوش آیا تھا وہ تو مہروش کی تلاش شروع کر چکا تھا۔

طوائف خانے میں پتہ کرنے پر معلوم ہوا تھا کہ وہ وہاں آئی ہی نہیں تھی۔

وہ عابش کے ساتھ اب بھی اسے ہی تلاش کر رہا تھا۔

اچھا گاڑی روکو مجھے پیاس لگی ہے۔۔۔

عابش کے کہنے پر اس نے گاڑی سڑک کے کنارے روک دی۔

وہ کار کی سیٹ سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کر کے بیٹھ گیا۔

خدا تیری عمر لمبی کرے بیٹا۔۔۔ چنڈا ڈال دے مسجد کی تعمیر ہو رہی ہے۔۔۔ اللہ تیرے دکھ درد دور کرے۔۔۔

ایک آدمی ہاتھ میں سبز ٹوپی لیے اس کی گاڑی کا شیشہ بجا رہا تھا۔۔

زوار نے شیشہ نیچے کر دیا وہ آدمی کوئی بابا ہی لگ رہا تھا۔

کیا رب سارے درد ختم کر سکتا ہے؟؟؟

ہاں کیا تمہیں رب کی عظمت پر شک ہے تو مانگ کر تو دیکھ اس سے وہ تیری جھولی بھر دے گا۔۔

میں کیسے مانگ سکتا ہوں۔۔۔ میں نے اس سے کبھی کچھ نہیں مانگا۔۔

سکون مانگ لے تیرے چہرے پر سکون نظر نہیں آتا۔

زوار کے ذہن میں مہر کی آوازیں گونجنے لگی۔

مگر میں گنہگار اتنا ہوں کہ رب میری نہیں سنے گا۔

دنیا سے انجان بن اپنے رب سے نہیں۔

وہ گنہگار کی سب سے پہلے سنتا ہے۔۔ اور تو اپنے گناہوں کا ازالہ کر لے رب معاف کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

زوار نے اپنے والٹ سے چند نوٹ نکال کر اس سے کی پکڑی ہوئی ٹوپي میں ڈال دیئے وہ چند نوٹ بھی 30 ہزار سے زیادہ تھے۔

وہ بابا اسے کافی ساری دعاؤں سے نوازتا وہاں سے چلا گیا اور پھر وہ ملاقات آخری ثابت نہ ہوئی وہ جب مہروش کو ڈھونڈتے مایوس ہو جاتا تو اس بابا کی ادھوری بنی ہوئی مسجد میں آکر بیٹھ جاتا۔

oooooooooooooooooooo

دن گزرتے جا رہے تھے کوئی کونہ ایسا نہیں بچا تھا جہاں اس نے مہروش کو نا ڈھونڈا ہو۔ لیکن ایک چیز جو بدلی وہ اسکا اپنے رب سے جڑ جانا تھا۔

وہ رات گئے تک سجدوں میں روتا رہتا تھا۔

ہر صبح اسکی آنکھیں سرخ ہوتی تھی۔

اس دن وہ مسجد میں بیٹھا قرآن کی تلاوت کر رہا تھا۔ جب بابا نے اسے کسی آیت کا ترجمہ پڑھ کر سنایا۔

"اسی وجہ سے ہم بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ حقیقت یہ ہے کہ جس نے ایک جان کو کسی جان کے بدلے کے بغیر یا زمین میں فساد کیے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا"

(المائدہ 32)

بابا کیا قتل کی کوئی معافی ہے؟؟

زوار نے رک کر بابا سے پوچھا۔

"کسی مومن کا کبھی یہ کام نہیں کہ کسی مومن کو قتل کرے مگر غلطی سے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو ایک مومن گردن آزاد کرنا اور دیت دینا ہے"

وہ بغور بابا کے ایک ایک لفظ پر غور کر رہا تھا۔

"پھر اگر وہ اس قوم میں سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور وہ مومن ہو تو ایک مومن گردن آزاد کرنا ہے اور اگر اس قوم میں سے ہو کہ تمہارے درمیان اور ان کے درمیان کوئی عہد و پیمان ہو تو اس کے گھر والوں کے حوالے کی گئی ہو پھر جو نہ پائے تو پے در پے دو ماہ کے روزے رکھنا۔"

(النساء 92).....

اس نے کوئی بھی قتل غلطی سے تو نہیں کیا تھا مگر پھر بھی وہ ارادہ کر چکا تھا کہ وہ روزے رکھنے کے ساتھ ان کے گھر والوں کو دیت ضرور دے گا۔

بابا یہ عزیز لوگ اتنی آسانی سے چھوڑ کیوں جاتے ہیں؟

کیا یہ ہماری غلطیوں اور گناہوں کے باعث ہوتا ہے۔۔

بابا نے اس کے چہرے پر دیکھا جہاں برسوں سے چھائی ہوئی اداسی تھی۔

زندگی میں کچھ چیزیں ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتی۔

کچھ غلطیاں ہم بھول نہیں پاتے۔

کچھ تکلیفیں جو ٹھہر جاتی ہیں۔

لوگ تو بس یاد بننے کے لیے آتے ہیں۔۔۔۔

اور پھر وہ اس رات بہت رویا تھا سجدے میں روتے ہوئے اسے کتنی دیر ہو چکی تھی وہ نہیں جانتا تھا۔

میں کب تک ایک شخص کے لیے تیرے آگے روتا رہوں۔

پوری دنیا کا مالک ہے تو ایک شخص کی تو بات ہے۔۔۔ پورا جہاں تو نہیں مانگ رہا تجھ سے۔۔۔ کب تک تڑپائے گا مجھے۔

کیا وہ میری زندگی میں یاد بننے کے لیے آئی تھی۔

اگر ایسا ہے تو میں خود کو بھی بھول جاؤں گا۔

جب تو مجھ پر ترس نہیں کھا رہا تو میں بھی ترس کھانا بھول جاؤں گا ہر اس شخص کو ختم کر دوں گا جو ترس کھانے کا کہے گا۔

تو بھی تو وہی کر رہا ہے میں ترس کی بھیک مانگ رہا ہوں اور تو مجھے ختم کر رہا ہے۔۔۔۔۔

اس وقت پوری رات وہ اپنے رب کے سامنے گڑ گڑایا تھا مگر دعاؤں میں کوئی رنگت نہ آئی

.....

بیٹا تو دن بدن ڈھکتا جا رہا ہے صحت کا خیال کیوں نہیں رکھتا۔
جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد وہ گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے بابا کے ساتھ بیٹھا تھا۔
ایک انسان مجھے بھول چکا ہے افیت میں ہوں۔۔۔۔
بابا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔
روتا کیوں ہے۔

ایک مدت تک تو بھی تو اپنے رب کو بھولا تھا۔ مگر وہ مل گیا ہے نا تجھے۔۔۔ صبر رکھ
تیرے حق میں ہوا تو تجھے وہ بھی مل جائے گا۔۔۔۔
اس کی یادیں مجھے پاگل کر دے گی۔

اس کو مسلسل سوچنا عام بات نہیں رہی۔۔۔۔۔

وہ اب بھی اتنی ہی اداسی سے بولا۔

بابا نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کچھ ورد پڑھ کر اس پر دم کیا۔۔۔

oooooooooooooooooooooooooooo

زندگی میں ایک وقت آتا ہے جب یہ طے کرنا ہوتا ہے کہ صفحہ پلٹنا ہے یا پھر کتاب بند کرنی ہے۔۔!!

تین سال بعد:

تاتو آگئے۔۔ تاتو آگئے۔۔۔

(چاچو آگئے چاچو آگئے)

تاتو چاؤ مئی تندی ارکت کاری اے

چاچو بچاؤ امی گندی حرکت کر رہی ہیں۔

وہ معصوم سا بچہ دونوں بازو پھیلائے اسی کی جانب دوڑا آ رہا تھا اور فرحال ہاتھ میں سیرپ اٹھائے اس کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔

کیا ہوا بھابھی کیوں ہمارے چھوٹے خان کو تنگ کر رہی ہیں؟

زوار نے جھک کر اس بچے کو اٹھا لیا جو زوار کے پاس آتے ہی اب اپنی ماں کو چڑھا رہا تھا۔

زوار اسے کل سے بخار ہے اور یہ سیرپ نہیں پی رہا۔۔ کیا کروں میں۔۔ اس کا۔

وہ جیسے تھک ہار چکی تھی۔

لائیں بھابھی مجھے دکھا دیں۔

ہاں لو تم ہی سنبھالو اسے۔ ذرا میں کچن کا کام دیکھ لوں۔

وہ اسے اٹھائے اپنے روم میں لے آیا اور بیڈ پر بٹھا دیا۔

کیا تم گندے بچے ہو؟؟؟

نی تو الشام اتا بتہ ہے

(نہیں تو ارتسام تو اچھا بچہ ہے)

اگر ارتسام اچھا بچہ ہے تو دوائی کیوں نہیں کھا رہا۔ زوار نے بھی اسی کے اسٹائل میں کہا تو وہ کھکھلا کر ہنسا۔

تو تے الشام اتا بتہ ہے اشی لئے

(کیونکہ ارتسام اچھا بچہ ہے اس لیے)

نہیں تو اچھے بچے ایسا نہیں کرتے سقال تو ایسا نہیں کرتا چپ چاپ مئی کی دی ہوئی چیز کھا لیتا ہے ہر بات مانتا ہے اپنی امی کی۔۔۔

زوار نے ادلال کے دو سالہ بیٹے سقال کا نام لیا۔

ارتسام کہنے کو تو عابش کا بیٹا تھا مگر حرکتوں میں ذرا زوار پر چلا گیا تھا یہی وجہ تھی کہ فرحال اچھی طرح ذلیل ہو جاتی تھی۔

جبکہ دوسری طرف حارب کے شوق تو اچھی طرح اترے تھے اس کی ڈیڑھ سالہ دونوں جڑوا بیٹیاں ہنسل اور وانیہ ہر وقت اس کے سر پر سوار رہتی تھیں۔

اتا اتی بات اے

(اچھا ایسی بات ہے)

آتا میں بی کا لیتا اوں

(اچھا میں ابھی کھا لیتا ہوں)

ارتسام کے کہنے پر زوار نے چچ میں سیرپ ڈال کر اس کے منہ میں ڈالا جسے وہ بڑے مزے سے پی گیا کیونکہ وہ کڑوا بالکل بھی نہیں تھا۔

پھر وہ اسے واپس اٹھائے گاڈن ایریا میں آگیا۔

اکثر خوبصورت جگہوں پر رہنے والے لوگوں کی زندگی اداس ہی ہوتی ہے۔

اے زندگی اس طرح تو جینے کا ارادہ نا تھا میرا۔۔۔

ان خوبصورت پھولوں کو دیکھ کر زوار نے سوچا۔

اتنے عرصے میں سب نے اسے مرا ہوا سمجھ لیا تھا۔ سوائے زوار کے۔

اگر اسے مرنا ہوتا تو رب مجھے دوبارہ زندگی نہ دیتا۔

سراج خان کے ہر بار کہنے پر زوار کا یہی جواب ہوتا تھا۔

اسکی سوچوں کا طلسم کوئل کی آواز پر ٹوٹا۔

وہ تو حیوانوں کو درد میں دیکھ کر تڑپ اٹھتی تھی۔ اور کتنی آسانی سے وہ اسے درد دے کر

گئی تھی۔ ہر روز مرنے کے لیے۔۔۔۔

صرف سانس لینا تو جینا نہیں ہوتا۔

تین سال کسی کا انتظار کرتے رہنا کاش عام بات ہوتی۔

وہ کہتی تھی اسے انتظار کرنا پسند تھا شاید اسی لئے وہ زوار کو بھی اسی حالت میں چھوڑ گئی تھی۔

.....

آج سقال کی برتھ ڈے تھی جسکا فنکشن خان حویلی میں رکھا گیا تھا۔ سب لوگ لان میں
بچھی چئیرز پر بیٹھے تھے۔

بچے ادھر ادھر دوڑ رہے تھے۔

چمبرلین بھی ان کے درمیان ہی موجود تھا۔

وہ سب خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

خان بابا۔۔۔۔۔خان بابا۔۔۔۔۔

ایک 40 سالہ آدمی دوڑتا ہوا وہاں آیا۔

آرام سے۔۔۔ کیا ہوا۔ اتنی جلدی میں کیوں ہو؟؟

سراج بابا وہ۔۔۔ وہ

پولیس نے آپکی فیکٹریوں میں آگ لگا دی ہے سارا اسلحہ جل کر راکھ ہو گیا ہے۔۔۔۔ اور کام

کرنے والوں کو اپنی گرفت میں لیا ہوا ہے۔۔۔۔

کیا؟؟؟؟؟؟

سراج خان کو تا 140 واٹ کا جھٹکا لگا تھا۔

وہاں بیٹھے سب مرد پریشانی سے کھڑے تھے۔

اس پہلے کہ وہ کوئی ایکشن لیتے ان کو پولیس کے ہارن کی آواز آتی سنائی دی اور پولیس کے دو تین موبائلز ان کے گیٹ کے سامنے آ گئے۔

پولیس کی ایک بڑی تعداد اندر داخل ہوئی۔

زوار خان کون ہے؟؟

ایک پولیس والے کے کہنے پر زوار دو قدم آگے آکھڑا ہوا۔

ہتھکڑی لگاؤ اسے۔۔۔۔

ہاتھ کاٹ دوں گا تم لوگوں کی اگر میرے بیٹے کو ہاتھ بھی لگایا تو۔۔۔۔۔

سراج خان نے ایک دم چلایا تھا۔

آپ خاموش رہیے ہمارے پاس آرڈر ہے ان کو ایریسٹ کرنے کے۔

کس جرم میں کرو گے میرے بیٹے کو گرفتار۔

آپ جس گھر میں رہ رہے ہیں یہ آپ لوگوں کا نہیں ہے۔

زبردستی گھر پر قبضہ کر کے بیٹھنے کے جرم میں فی الحال ہم اسے گرفتار کر کے لے جا رہے ہیں۔

سراج خان چلاتا رہا مگر زوار خاموشی سے ان کے ساتھ چل پڑا۔

منہ کیا دیکھ رہے ہو میرا زوار کو لے گئے ہیں وہ گاڑی نکالو حارب میں نے ان کے تھانے کو آگ نہ لگا دی تو میں بھی زوار کا باپ نہیں۔۔۔۔

oooooooooooooooooooooooooooooooo

زوار کو لا کر قید میں ڈال دیا گیا مگر وہ تب بھی خاموش ہی رہا تھوڑی دیر بعد اسے پولیس اسٹیشن میں اپنے باپ کے چلانے کی آوازیں سنائی دینے لگی پھر ایک حوالدار اسے لا کر اپنے باپ کے آزاد کر کے وہاں لے گیا۔

یہاں ایک ٹیبل کے سامنے کرسیوں پر سراج اور عایش موجود تھے۔

کیا ثبوت ہے آپ لوگوں کے پاس کہ وہ گھر ہمارا نہیں۔

سراج خان نے کہیں بھی فیکٹریوں کا ذکر نہیں کیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ پولیس کو معلوم ہو چکا ہے کہ اس میں کیا تیار ہو رہا تھا۔

دیکھیں بغیر ثبوت کے پولیس کوئی کام نہیں کرتی آپ دو منٹ صبر کریں ثبوت آ جائے گا۔
زوار ان کے ساتھ ہی آکر بیٹھ گیا۔

السلام علیکم میم۔۔۔

دروازے پر کھڑے حوذا روں نے بیک وقت ایک ساتھ سلام کیا۔

انہوں نے آواز کے تعاقب میں دیکھا تو وہ پولیس یونفارم میں انہی کی جانب چلی آ رہی تھی۔

ان کے سامنے والی کرسی پر آکر وہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھ گئی۔

ان تینوں کو تو جیسے سانپ سونگ گیا تھا اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی فائل زوردار آواز میں
میز پر پٹکی

عابش نے فائلز کھول کر دیکھی جس میں گھر کسی مسکن اور جازل راجپوت کے نام پر تھا۔
یہ پیپرز تو۔۔۔۔۔

جانتی ہوں یہ پیپرز نقلی ہیں۔

عابش کی بات کاٹ کر وہ بولی تو انہیں مزید حیرانی نے آگھیرا۔

قانون کو دھوکہ دینا اتنا آسان بھی نہیں ہوتا جتنا لوگ سمجھ لیتے ہیں۔۔۔۔۔ ہے نازوار خان
۔۔۔۔۔

اس نے زوار کو مخاطب کیا جو دماغی طور پر وہاں موجود ہی نہیں تھا۔

تو میڈم مہروش صاحبہ اگر آپ جانتی ہیں یہ پیپرز نقلی ہیں تو آپ کو انہیں گرفتار کرنا چاہیے
تھانہ کہ میرے بیٹے کو۔۔۔۔۔

صحیح کہا آپ نے۔۔۔ آپ لوگ جاسکتے ہیں۔

کہنے کے بعد وہ پین سے کچھ نوٹ کرنے لگی۔

اٹھو زوار۔۔۔

سراج خان نے کھڑے ہوتے ہوئے زوار سے کہا جو ابھی تک مہروش کو ہی دیکھے بت بنا بیٹھا تھا۔

بابا جان میں قید میں رہنا چاہتا ہوں۔

دماغ خراب مت کرو اپنا چلو یہاں سے۔۔۔

سراج خان نے اسے بازو سے تھام کر کھڑا کیا جیسے اس کے جسم میں تو جان ہی نہیں تھی۔
میں بھی تو قاتل ہوں بابا جان وہ مجھے کیسے آزاد رکھ سکتی ہے۔

اسے کہیں مجھے قید کرے۔۔۔

وہ اینڈ تک کہتا رہا جب تک کہ سراج خان نے زبردستی اسے گاڑی میں نہیں بٹھایا وہ بھی تب تک اسے دیکھتی رہی جب تک وہ اس کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوا آنکھ میں آیا آنسو گال تک آہی پہنچا جسے وہ روکے بیٹھی تھی۔

oooooooooooooooooooo

شرم نہیں آئی تمہیں اتنی بڑی بات تم نے ہم سے چھپائی۔

تم جانتے ہو تمہارے جھوٹ کی وجہ سے زوار موت سے لڑ کر واپس آیا تھا اس کی جان تک جا سکتی تھی۔

وہ میری بہن ہے عابش اس نے اپنی قسم دے کر مجھ سے کچھ مانگا تھا میں کیسے اسے منع کر سکتا تھا۔۔۔

تو دے دیتے کس نے روکا تھا اگر اسے لندن بھیج بھی دیا تھا تو کم از کم ہمیں تو بے خبر نہ رکھتے۔

میں کہہ تو رہا ہوں مہروش نے مجھے اپنی قسم دے کر کہا تھا کہ میں اس کا یہ راز کبھی نہ کھولوں اور اگر زوار کو بتا دیتے تو کیا گارنٹی ہے کہ یہ اسے اس کا خواب پورا کرنے دیتا۔

اس کا دیوانہ پن کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے اس نے ایک دن بھی صبر نہیں کرنا تھا اور اسے واپس اسی حویلی میں لے کر آ جانا تھا۔

حارب صحیح کہہ رہا تھا زوار نے واقعی ایسا ہی کرنا تھا اگر مہروش نے حارب کی اتنی منتیں نہ کی ہوتی تو وہ خود بھی ایسا نہ کرتا۔۔۔

ان تین سال کے عرصے میں حارب کو مہروش کے ہر دن کا پتہ تھا کیونکہ اس کو لندن بھیجنے والا بھی وہی تھا جہاں پر جا کر اس نے قانون کی تعلیم حاصل کی تھی اور اب وہ پولیس انسپیکٹر بن کر ان کے سامنے موجود تھی۔ سب لوگ حارب پر مصنوعی غصہ نکال رہے تھے سوائے زوار کے۔۔۔۔

زوار دل ہی دل میں اس کا بہت زیادہ شکر گزار تھا کیونکہ اگر۔۔۔ وہ اسے سچ میں طوائف خانے چھوڑا آتا یا کہیں اور چھوڑا آتا تو کیا وہ جی پاتا کیا وہ اسے دوبارہ مل سکتی؟؟؟

oooooooooooooooooooooooooooo

کس پاگل نے تمہیں اس پولیس آفیسر بنایا ہے قانون اچھی طرح نہیں سیکھی جس نے رپورٹ درج کروائی انہی کو گرفتار کرتی پھر رہی ہو سیدھا کیوں نہیں بولتی کہ زوار خان تمہیں خرید چکا ہے بک چکی ہو تم۔۔۔۔

یہ ساری بکو اس تم عدالت میں کرنا مسکان میڈم۔

پھر میں دیکھتی ہوں تم قانون کے ہاتھوں کیسے بچتی ہو؟ اور یہ پولیس اسٹیشن ہے تمہارا امریکن فلیٹ نہیں جہاں تم چیختی پھرو گی اور اگر اب حلق سے آواز نکالی تو میں خود تمہیں مار دوں گی سمجھی تم!!!!

تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گی نہ تو آج تک زوار مجھ سے جیت سکا ہے اور نہ ہی تم جیتو گی۔۔۔

صحیح کہا تم نے ہم تم سے واقعی ہی نہیں جیت سکتے کیونکہ آواز کتنی ہی دمدار کیوں نہ ہو مگر ایک کتے سے بہتر ایک انسان کبھی نہیں بھونک سکتا اب تم یہیں بیٹھ کر ماتم مناؤ۔۔۔

اور جس کے سہارے تم اچھل رہی ہو وہ خود اپنے منہ سے تمہارے کالے کارنامے بتا رہا ہے جو صبح عدالت میں پیش کیے جائیں گے۔

یہ سن کر تم مسکان کے رنگ ہی اڑ گئے تھے وہ جازل کے سہارے ہی تو اتنا رعب دکھا رہی تھی مگر وہ۔۔۔ وہ کیا کر رہا تھا۔۔۔۔

oooooooooooooooooooooooooooo

ڈر کر رہنے والی مہروش اتنی بہادر بن چکی تھی کہ ایک ہی رات میں ان کو امریکہ سے گرفتار کروا کے پاکستان لے آئی تھی۔۔۔۔

ساری انفارمیشن نکالنے کے بعد اسے معلوم ہوا تھا کہ چیمبرلین بھی انہی کا آدمی ہے۔ اور فیکٹریز اور کارخانوں میں کیا تیار کیا جانے والے اسلحہ جو سراج خان کے نام پر تیار ہو رہا تھا درحقیقت وہ جازل اور مسکان کی ملکیت میں تھا۔۔۔۔

اگلی صبح 11 بجے کے قریب وہ عدالت سے فارغ ہوئی تھی جس میں مسکان اور جازل کے ساتھ چیمبرلین کو بھی عمر قید کی سزا سنائی گئی تھی وہ ابھی راستے میں ہی تھی جب اسے فون پر بتایا گیا کہ جیل کے راستے میں پولیس کی گرفت سے بھاگنے پر مسکان کو ان کاؤنٹر میں مار دیا گیا ہے۔

خس کم جہاں پاک۔

اس نے کہا اور پھر ڈرائیونگ پر توجہ دی گاڑی اس نے خان حویلی کے سامنے آ کر روکی اس وقت بھی وہ پولیس کی وردی میں تھی ہارن کی آواز پر گارڈ نے گیٹ کھولا تو وہ گاڑی سمیت انٹر ہوئی۔

وہ لاؤنج میں انٹر ہوئی تو یک قدم خاموشی چھا گئی وہ لوگ یک دم ہی کھڑے ہوئے۔

حیران کیوں ہو رہے ہیں آپ سب۔ اپنے ہی گھر آئی ہوں میں۔

مہروش کے کہنے پر سب کے حلق سے سانس اترتا تھا۔

فرحال آگے بڑھ کر اس سے ملی تھی۔

تم تو اتنی معصوم تھی مہروش پھر اتنی پتھر دل کب سے بن گئی جو اتنا عرصہ اپنوں سے دور رہنا بھی سیکھ لیا۔

فرحال نے الگ ہوتے ہوئے شکوہ کیا۔

اپنے شوہر کو جنت کا ساتھی بنانا تھا اگر میں یہ نہ کرتی تو وہ رب سے کیا مانگتا۔

میں جانتی ہوں میں اس کا سب کچھ تھی میرے ہوتے ہوئے کبھی اسے احساس نہ ہوتا کہ
اپنوں کو کھونے کا درد کیا ہوتا ہے۔۔۔ بے حسی کیا ہوتی ہے۔۔۔ ویسے وہ ہے کہاں۔۔۔

اس نے بغیر کسی کو مخاطب کیے زوار کا پوچھا۔

تو تم اپنے مقصد میں کامیاب رہی ہو۔۔۔

ہمارا سب کچھ تو جلا کر راکھ کر دیا تم نے اگر تم زوار کی محبت نا ہوتی تو میں تمہیں زندہ
برداشت نہ کرتا۔

مگر میں ایسا نہیں چاہتا تم زوار سے ملو اور اسے واپس پہلے کی طرح ہنسنا سکھا دو تم جو کہو گی
میں وہی نظام قائم کر دوں گا۔۔۔

سراج خان کے کہنے پر اس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی اور اپنے کمرے کی طرف قدم
بڑھایا وہ دروازے سے داخل ہوئی جو پہلے سے ہی کھلا تھا ایک ہاتھ سر کے نیچے رکھے وہ
آنکھیں بند کیے سو رہا تھا۔

اس نے کمرے میں نظر دوڑائی جو آج بھی اسی حالت میں موجود تھا اس کی ہر چیز جگہ پر سلیقے سے وہی پڑی تھی جیسے وہ وہاں سے کبھی گئی ہی نہیں تھی اس نے الماری کا دروازہ کھولا تو اس کے کپڑے ویسے ہی ہینگر میں لٹکے ہوئے کھڑے تھے۔

ان کپڑوں میں بہت سے نئے کپڑوں کا بھی اضافہ ہوا کھڑا تھا جسے دیکھ کر لگتا تھا کہ زوار نے کبھی اس کی کوئی چیز لینا ممنوع نہیں کی تھی جیسے وہ اپنے ساتھ محسوس کرتا تھا شاید اس کے زندہ رہنے کی یہی وجہ تھی۔

بہت دیر کر دی آنے میں۔۔۔۔۔!!!!

وہ کرنٹ کھا کر پیچھے مڑی وہ اس کے عقب میں ہی کھڑا تھا۔

زیادہ تو نہیں کی۔۔۔ اس نے بامشکل مسکراہٹ ظاہر کی تھی۔

میری آنکھوں نے بہت تلاش کیا تمہیں!!!!

دل میں رکھ کر دنیا میں ڈھونڈتے رہ گئے آپ۔

اس لیے نہیں ملی آپ کو۔

اب تو اپنا لو مجھے۔۔۔

میں بے حس نہیں رہا۔

جانتی ہوں سائیں !

خود کو چھپا کر آپ کے ہر فعل کی خبر رکھی ہے میں نے۔

زوار نے بازو پھیلائے تو وہ بامشکل مسکراتے ہوئے اس کے گلے لگی۔

اور پھر زوار کے گلے لگتے ہی وہ مہر بن چکی تھی زوار کی مہر۔

اپنے خان کی خانم۔۔۔

آج میں مان گیا عورت مرد کو تباہ کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔۔۔ تم نے مجھے کمزور بنا دیا ہے۔

ہاں اتنا کمزور کہ آپ کو گھر میں رہنے والے دشمنوں کا بھی علم نہیں ہوا۔

اس نے جیسے اسے یاد دلایا کہ چیمبر لین کیسے انہیں دھوکے میں رکھ رہا تھا۔

زوار کا قہقہہ فضا میں گونجا تو وہ اس کے سینے سے سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

پولیس انسپیکٹر ہو کر پہچان کرنا نہیں سیکھی میں تب خان بابا تھا مہر اور خان بابا کو کبھی کوئی دھوکے میں نہیں رکھ سکتا۔

اس نے مجھے نہیں بلکہ میں نے اسے دھوکے میں رکھا تھا۔

وہ اس سے الگ ہوئی تو زوار نے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھام کر ماتھے پر لب رکھے پھر وہ کتنی دیر ہی اسے دیکھتا رہا۔۔۔

بس کر دیں اب کہیں نہیں جاؤں گی میں۔۔۔۔

ایک مدت کی پیاس ہے ان نظروں میں ہر روز بھی دیکھوں تو ختم نہیں ہوگی۔۔۔۔

اور اب سوچ سمجھ کر چھوڑ کر جانا مجھے جب پہلے چھوڑ گئی تھی تو ذرا صحت مند تھا اب چھوڑ کر جاؤں گی تو کمزوری سے ہی مر جاؤں گا۔۔۔۔

چھوڑ کر تو میں تب بھی نہیں گئی تھی واپس آنے کے لیے ہی گئی تھی۔۔۔۔

رات کے ڈنر پر ڈائننگ ٹیبل پر آج سب کے ہنستے مسکراتے چہرے تھے سب سے زیادہ رونق زوار کے چہرے پر تھی۔

ارتسام مہروش کی گود میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا اسے مہروش بہت پسند آئی تھی جس کی خاص وجہ اس کا پولیس آفیسر ہونا تھا۔

تادو میں بھی تاتی کی طلحہ بنوں گا اور ڈشو ڈشو کروں گا۔۔۔

(دادو میں بھی چاچی کی طرح بنوں گا اور ٹشو ڈشو لڑوں گا)

ہاں میرا بچہ تم اپنی چاچی کی طرح ہی بننا اب چپ چاپ کھانا کھاؤ۔

فرحال کے کہنے پر وہ منہ بسور گیا جسے دیکھ کر مہروش کو اس پر اور زیادہ پیار آیا۔

ڈنر کے بعد انہوں نے لاؤنج میں بیٹھ کر رات گئے تک باتیں کیں۔

چلو ارتسام سونے چلو اب اچھے بچے دیر سے نہیں سوتے۔

اج الشام تاتی جاند کے پاس شوئے گا ...

(آج ارتسام چاچی جان کے پاس سوئے گا)

وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر مہروش کی گود میں آکر بیٹھ گیا۔

نہیں بری بات آج نہیں۔۔۔۔

تیوں نہیں شو سکتا میں تو شوؤں گا۔

(کیوں نہیں سو سکتا میں تو سوؤں گا)

زوار کا بھتیجا ہے بھائی ضد مان کے ہی چھوڑے گا میں تو جا رہا ہوں سونے ارتسام جانے اور اس کے چچا چچی جانے۔

عابش مسکرا کر کہتا وہاں سے اٹھ گیا۔

زوار نے اسے مہروش کی گود سے اٹھا کر اپنے سامنے کیا

ٹھیک ہے سو جاؤ اپنی چچی جان کے ساتھ مگر تم اچھے بچے نہیں ہو۔

تیوں۔۔۔۔ کیوں

اس نے زوار کی مونچھوں سے کھیلتے ہوئے کہا۔

کیونکہ آپ سقال کی طرح اپنی جگہ پر نہیں سوتے زوار کی چال نے کام کیا تو وہ اٹھ کر فرحال کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔

امی تلو اسٹام اپنے تملے میں سوئے گا۔

امی چلو ارتسام اپنے کمرے میں سوئے گا۔

فرحال اسے گود میں لیے اپنے کمرے میں آگئی۔

جاؤ تم دونوں بھی آرام کرو اب تو بہو صاحبہ کو عوام کی خدمت کے لیے بھی حاضر رہنا ہے۔

تمہیں کوئی پریشانی ہو تو ضرور بتانا تمہارا باپ تمہیں کبھی منع نہیں کرے گا۔

جی ابو جان۔

مہروش نے مسکراتے ہوئے بڑے فخر سے کہا تھا اس کے بعد وہ دونوں بھی کمرے میں چلے آئے۔۔۔

کمرے میں آنے کے بعد وہ بیڈ پر کمبل سیٹ کر رہی تھی۔

ویسے سائیں ایک بات تو بتائیے۔

جی پوچھئے مہر جاں۔۔۔

آپ کی حویلی کا ایک ملازم قتل ہوا تھا کیا آپ جانتے تھے۔۔؟؟

میری آنکھوں کے سامنے ہی قتل ہوا تھا اور وہ تھا بھی اسی لائق۔۔۔۔

آپ کی آنکھوں کے سامنے۔۔۔

اس نے مڑ کر حیرت سے پوچھا۔

ہاں اسے چیمبرین نے ہی مارا تھا میں نے بالکونی سے دیکھا تھا۔

وجہ صرف یہی تھی کہ اس نے حویلی کی نقلی پیپرز کو اصلی سمجھ کر چیمبرلین کو تھمانے کے

بعد اپنا حصہ مانگ لیا تھا۔

اور اب تم یہ مجرموں کی چھان بین روک دو بس مجھ سے باتیں کرو۔

آپ سے کیا باتیں کروں۔

وہ ماتھے پر انگلی رکھ کے ایک ادا سے سوچنے کی ایکٹنگ کر رہی تھی۔

بہت چالاک ہو گئی ہو مگر بھولو مت۔۔۔ اپنے دور کا میں بھی خان بابا رہ چکا ہوں انسپیکٹر صاحبہ۔

دو قدم آگے چل کر وہ بیڈ پر آ کر بیٹھ گیا اور مہروش کا ہاتھ تھام کر اسے بھی اپنے ساتھ بٹھایا۔

مہرتم نے کبھی غور کیا تمہاری اور میری آنکھوں کا رنگ ایک جیسا ہے۔۔۔ سنہری کانچ جیسی۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بول رہا تھا۔

ہمممممم!!!! کیا پتہ ہم پچھلی زندگی میں بہن بھائی رہ چکے ہوں۔۔۔

زوار نے اسے گھور کر دیکھا تو وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسنے لگی۔۔۔

سو میں سے تین فیصد لوگ زندگی کی طرف اس طرح واپس لوٹ کر آتے ہیں۔ اور زوار بھی ان میں سے ایک تھا۔

انسان لاکھ طاقتور سہی مگر جو قسمت میں لکھا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔

لوگ محبت میں تاج محل بنواتے ہیں مگر زوار پہلا شخص تھا جو اپنے رب کے قریب ہوا تھا اور اسی محبت کی خاطر اپنے گناہوں کا ازالہ کرنے کے خاطر ایک شاندار مسجد تعمیر کروائی تھی جہاں پر ہزاروں یتیم بچے رہائش پذیر دینی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔

مہروش کے لیے ایک اچھا ہمسفر بننے کے لیے اسے اس راہ پر چلنا ہی تھا ورنہ وہ اسے کبھی ناپا سکتا۔۔۔۔

oooooooooooooooooooooooooooo

مہر نیچے آ جاؤ امی جان تم سے ملنے آئی ہیں۔

وہ بیڈ پر کچھ فائلز پھیلانے بیٹھی تھی۔

امی جان میری امی۔۔۔؟؟

جی جی خانم آپ کی امی آؤ مل لو ان سے۔

وہ دوپٹہ کندھے پر لٹکاتی اچھل کر بیڈ سے نیچے اتری تھی زوار بھی خوشی سے اس کے پیچھے دوڑا تھا۔

وہ جلدی جلدی سیڑھیاں پھلانگتی اتر رہی تھی مگر آگے کا منظر دیکھ کر اس کے قدم وہی تھم گئے زوار بھی اس کے ساتھ ہی آکر رک گیا۔

رامین بیگم سراج خان کے گلے لگے زار و قطار رو رہی تھی۔

بس کر دو رامین عمرے گزار دی ہم دونوں نے۔

ناراض رہنے کی سکت باقی نہیں رہی ہو سکے تو مجھے معاف کرنا میں بھائی ہو کر تمہاری حفاظت نہیں کر سکا وہ ہاتھ جوڑے جیسے معافی مانگنے لگے تھے۔

نہیں بھائی جان مجھے میرے گناہوں کی سزا ملی تھی والدین کی عزت کی پرواہ نا کرنے والیوں کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے جیسا شاداب نے میرے ساتھ کیا۔۔۔

oooooooooooooooooooooooooooo

میں جانتا تھا رامین تم ضرور آؤ گی اب جلدی گاڑی میں بیٹھو تمہارا جلا د بھائی آگیا تو مصیبت ہو جائے گی۔

وہ جلدی جلدی فرنٹ ڈور کھولے گاڑی میں بیٹھی شاداب نے اس کا بیگ لے کر گاڑی کے پچھلی سائیڈ پر پھینکا اور اسے لاہور لیے آگیا۔

زندگی کے دو سال رامین کی زندگی کے خوبصورت ترین دن تھے لیکن جیسے جیسے رامین کی لائی رقم اور زیورات ختم ہوئے شاداب نے جوا کھیلنا شروع کر دیا اور پھر وہ ایک دن جوائے میں اپنی بیوی تک ہار کر آگیا مگر شروع کے کچھ دن رامین کو اس بات سے انجان رکھا۔

شاداب میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔

کچن میں کھڑے کھڑے اسے اچانک چکر آنے لگے شاداب اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر گیا تو ڈاکٹر نے کچھ میڈیسن دے کر کچھ دن بعد رپورٹس ریسو کرنے کا کہا۔

رامین تم یہیں ٹھہرو میں میڈیکل سٹور سے میڈیسن لے لیتا ہوں۔

وہ سڑک پر کھڑی اس کا انتظار کرتی رہی مگر وہ نہیں آیا۔

پھر اس کے سامنے گاڑیاں کر رکی۔

آپ رامین ہیں؟؟

رامین نے ہاں میں گردن ہلائی۔

آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔

آپ کے ساتھ کیوں۔۔۔

میں کیوں جاؤں گی آپ کے ساتھ۔

وہ ایک دم چیخ پڑی تھی۔

پھر اس بے ڈھنگے آدمی نے فون پر شاداب کا نمبر ملاتے ہوئے رامین کو فون تھمایا۔

رامین تم اس آدمی کے ساتھ آ جاؤ۔ میں تمہیں وہیں ملوں گا۔

شاداب کی آواز خون کے سپیکر سے گونجی اور پھر کال بند کر دی گئی رامین دھڑکتے دل کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی۔

وہ اسے ایک خستہ حالت گھر میں لے آیا جہاں کی فضا میں تمباکو کی بدبو پھیلی ہوئی تھی
رہین کا سانس تھا گھٹنے لگا تھا۔

شاداب کہاں ہے؟؟؟

اس نے گھر میں قدم رکھتے ہی کہا تھا۔

کتنی معصوم لگتی ہو۔۔۔ شاداب ہا ہا۔۔۔

وہ خوف ناک آواز کے ساتھ ہنسنے لگا اس آدمی نے رہین کی بات دوبارہ شاداب سے
کروائی۔

رہین میرا اب تم سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ آدمی جیسا کہتا ہے ویسا کرو ورنہ اپنی موت کی
ذمہ دار تم خود ہوگی اور پھر اس دن اس پر ایسی قیامت گزری تھی جس کی سزا اس نے
ساری عمر گزاری تھی۔

چند دن بعد جب اسے معلوم ہوا کہ اس کے پیٹ میں شاداب کا بچہ پل رہا ہے تو وہ اسے
طوائف خانے بچ کر آگیا۔

oooooooooooooooo

امی پلیز رونا بند کر دے۔

ہاں رامین رونے سے سب کچھ پہلے جیسا نہیں ہو جائے گا۔ اور میں بھی تمہیں بتاتا چلوں کہ وہ انسان اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ وہ بہت پہلے ہی میرے ہاتھوں قتل ہو چکا ہے۔ اس سے ملنے کے بعد ہم نے تمہیں بہت ڈھونڈا تھا۔ نا تو ہمیں وہ آدمی ملا تھا نہ تم۔ لیکن قسمت کا کھیل دیکھو رب نے ہماری بچی صبح سلامت ہمارے گھر تک پہنچا دی۔

سراج خان نے مہروش کے سر پر ہاتھ رکھتے کہا تھا۔

کچھ کہانیاں زندگی کے ساتھ ہی ختم ہوتی ہے۔ اور کچھ تکلیفیں بھی۔۔۔۔

رامین کی تکلیف بھی کچھ ایسی ہی تھی۔

مگر وہ اپنے رب کی شکر گزار تھی جس نے مہروش کی حفاظت کی تھی۔

سچ ہے کہ جسکا کوئی نا ہو اسکا رب ہوتا ہے۔

○○

وہ پولیس اسٹیشن میں بیٹھی تھی جب ایک حوالدار نے اسے آکر کہا۔

جی بھیج دے۔۔۔

اس نے سر اٹھا کر کہا اور واپس سر نیچے کئے کام میں لگ گئی۔

وہ بڑی شان سے چلتا ہوا اس کی سامنے والی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔

اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اس کے چہرے پر ناگواری اتری۔

آپ پھر آگئے۔۔۔۔۔

میں ایف آئی آر درج کروانے آیا ہوں۔۔۔ تو آپ مجھ سے عزت سے پیش آئے۔۔۔

مہروش نے بڑے غور سے اس کے چہرے پر دیکھا۔

جی لکھوائیے۔۔۔۔۔ کس کے خلاف لکھوائی ہے۔۔۔۔۔

اپنی بیوی کے خلاف-----

مہروش نے اپنی ہنسی کو ضبط کیا۔

کیوں لکھوانی ہے اپنی بیگم کے خلاف۔

وہ میرے ساتھ ہنی مون پر نہیں جا رہی۔

کیونکہ وہ کام میں بڑی ہے اسی لئے۔۔۔۔۔

پھر وہ ہنس پڑی۔

اچھا میری بات سنیں۔۔۔۔۔ مہروش کے کہنے پر وہ اسکی جانب متوجہ ہو گیا۔

مہروش نے ایک چپک نکال کر اس کے سامنے رکھا۔

زوار نے دیکھا تو وہ 90 کروڑ کا کیش تھا۔

زوار اگر تم چاہتے ہو ہماری زندگی پرسکون گزرے تو تمہیں یہ رقم رکھنی ہوگی۔۔۔۔۔ پلیز۔۔۔۔۔

مہروش کو زوار کا آئیڈیا کافی پسند آیا تھا۔

پھر زوار نے بھی ایک لفافہ نکال کر اسکے سامنے رکھا۔

کھول کر دیکھنے پر معلوم ہوا وہ عمرے کے دو ٹکٹس تھے۔

مہروش خوشی سے اچھل پڑی۔۔۔۔۔ اسکی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہی تھی۔۔۔۔۔

تھینک یو سوچ زوار تم نے مجھے دنیا کا سب سے خوبصورت تحفہ دیا ہے۔۔۔۔۔

مگر یہ ہے کس خوشی میں۔۔۔

وہ چہکتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

مہر جا یہ آپ کی منہ دکھائی کی امانت تھی جو میں نے آپ کو لوٹانی تھی۔۔۔

اب تم گھر چلو تمہاری ڈیوٹی کا بھی ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

اس نے گھڑی پر ٹائم دیکھا تو ڈیوٹی کا ٹائم واقعی ہی ختم ہو چکا تھا۔

وہ اس کا ہاتھ تھامیں پولیس اسٹیشن سے باہر آگئی۔۔۔۔

عشق جاں کا وبال ہے

بتا تیرا کیا خیال ہے؟

یہ ٹھنڈی ہوا کا سحر

تیرے ساتھ کا کمال ہے



ہمیشہ کی طرح آخر میں سب ریڈرز اور عبید اللہ بھائی جیسے سپورٹرز اور پلیٹ فارم والوں کا
تہہ دل سے شکریہ۔۔۔ دعاؤں میں یاد رکھئے گا۔

oooooooooooooooooooo

